قد افلح من تزکیٰ و ذکر اسم ربہ فصلیٰ (القرآن الکریم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا

ماہنامہ

المرشد

لاہور

نومبر ۹۶ء

اویسیہ سوسائٹی۔ کالج روڈ، ٹاؤن شپ، لاہور۔ ۵۴۷۷۰

اداریہ

جمہوریت کا جو درخت اس وطن عزیز میں لگایا گیا ہے۔ یہ قوم آج کل اس کا پھل کھا رہی ہے۔ یوں تو پہلے بھی اس ملک کے عوام کئی بار یہ پھل کھا کر تھوکتی رہی۔ مارشل لاء کے مرض سے اس قوم کو جب بھی چھٹکارا ملا۔ تو صحت بنانے کے لئے اسے جمہوریت کا پھل کھانے کو دیا گیا جو نہایت کڑوا' اور بد ذائقہ ہونے کے علاوہ قوم کو ڈائریا میں مبتلا کرنے کا باعث بنتا رہا ہے۔ بار بار کے تجربوں کے باوجود نہ جانے کیوں اسی کو صحت کا ضامن قرار دیا جاتا ہے۔ اور کوئی پھل نظر کیوں نہیں آتا؟ صرف یہی کھانے کو ملتا ہے؟ ہمارا معاشرہ اس حال کو پہنچ چکاہے کہ جو خود مستقل مریض ہیں وہ دوا کے نسخے لکھ کر دیتے ہیں' حجام سرجن بن گئے ہیں۔ راہ بھٹکے ہمارے رہنما بن گئے ہیں۔ رسہ گیر اور جرائم پیشہ افراد نے تھانیداری کا فرض سنبھال لیا ہے جو علم اور شعور سے نابلد ہیں وہ عالم' فلسفی اور دانش ور بن بیٹھے ہیں۔ جو معاشرہ اس حال کو پہنچ جائے تو اس کے لوگ جسمانی' ذہنی اور روحانی طور پر اس قدر لاغر اور مفلوج ہو جاتے ہیں کہ وہ اپنے عقل اور شعور کو استعمال کرنے کے قابل ہی نہیں رہتے۔ یوں جمہوریت کا ایک گروہ پہیہ جام ہڑتالوں' توڑ پھوڑ کے جلوسوں' کاروبار تجارت کی تباہی اور غریبوں کے رزق کے راستے روکنے میں مصروف رہتا ہے تو اسی جمہوریت کا دوسرا گروہ قوم کو "سب ٹھیک ہے" کی لوری دے کر سوئے رہنے کا مشورہ دیتا ہے اور ہر طرف امن اور سکون کے راج کا دعویٰ کرتا ہے اور جمہوریت کا یہ کھیل اس وقت تک چلتا رہے گا جب تک قوم اپنے آخری انجام کو نہ پہنچ جائے۔ بدقسمت قومیں ایسے ہی طرز عمل سے تباہ ہو کر ختم ہو جاتی ہیں۔

تاج رحیم

حضرت المکرم مدظلہ العالی

یہ کیسی مسلمانی؟

قرآن حکیم کا یہ اعجاز ہے کہ جو سوال آپ کے دل میں آپ کے دماغ میں آپ کے ذہن میں ہو قرآن حکیم کھولئے اس کا جواب موجود ہو گا۔ میں کئی دنوں سے یہ سوچ رہا تھا مختلف لوگوں کی ملاقات خط و کتابت دوستوں کی باتوں سے مجھے فکر یہ لگ گئی ہے کہ عمل کی باری تو بعد میں آئے گی عمل صحیح ہے یا غلط ہم نے نیک کیا یا برائی کی اس کی نجات ہو گئی یا نہیں وہ قابل معافی ہے یا نہیں یہ بعد کی بات ہے سب سے پہلی بات ایمان کی کہ کیا ہم نے رب العلمین کو رب العلمین مانا۔ معبود برحق اور لاشریک مانا اب یہ جو ایمان ہے اس کا دعویٰ ہماری زبان تو کرتے نہیں تھکتی لیکن زبانی دعوے کا کیا اعتبار ہے۔ آپ سارا دن کہتے رہیے میں نے کھانا کھا لیا میں نے کھانا کھا لیا آپ کھائیں نہیں تو اس سے زندگی تو بسر نہیں ہو گی اس وظیفے پہ تو عمر نہیں گزرے گی۔ آپ سارا دن تسبیح پر بجلی بجلی وظیفہ کرتے رہیں تو جب تک آپ بجلی کا کنکشن اس بلب کو نہیں دیں گے وظیفے سے تو نہیں جل اٹھے گا ہم کہتے رہیں مسلمان ہیں مسلمان ہیں مسلمان ہیں لیکن جو اپنے دوستوں کی مصروفیات کو میں دیکھ سکا سمجھ سکا تو عجیب سا منظر میرے سامنے بالکل مختلف منظر ہے میں نہیں سمجھتا کہ آپ کے سامنے کیا ہے جو میرے سامنے ہے اگر آپ وہ دیکھنا چاہیں تو میں آپ کو دکھاتا ہوں۔

میرے سامنے یہ ہے کہ حشر بپا ہے اٹھیں گے اٹھ کے قبروں سے کھڑے ہوں اللہ کے حضور پیش ہے فرشتے پوچھتے ہیں ہاں بھئی لاؤ اعمال اب اعمال سے کیا مراد ہے میرے خیال میں اعمال سے مراد وہ عمل ہے کہ اللہ کی کبریائی کو قائم کرنے کے لئے اس کی حکومت کو منوانے کے لئے اسے وحدہ لاشریک مخلوق پر ظاہر کرنے کے لئے ہم نے کیا کیا چونکہ دیکھیں نا قرآن حکیم میں نے تو ویسے کھولا اس نے میرے سوال کا جواب فرمایا وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ تمہارا کام یہ ہے کہ تم یہ اعلان کر دو کہ تمام کمالات صرف اللہ کے لئے ہیں باقی سب محتاج ہیں کوئی صدر ہے یا گورنر کوئی وزیراعظم ہے یا شہنشاہ یا حکمران کوئی پیر ہے یا فقیر کوئی زمیندار ہے یا کاشتکار کوئی تاجر ہے سب محتاج ہیں اس کی ذات کے اور تمام کمالات صرف اس کے ہیں جسے کسی کمال کے حصول میں کسی کی محتاجی نہیں ہے جس کا کوئی کمال ایسا نہیں ہے کہ کبھی نہیں تھا اور پھر اس نے وہ سیکھ لیا یا حاصل کر لیا جس کا کوئی وصف ایسا نہیں ہے جو کسی کا محتاج ہو حقیقتاً کمال اس کی ذات کے لئے ہیں جس کے ساتھ ہمیشہ سے ہیں ہمیشہ کے لئے ہیں اس کے کسی کمال کو زوال نہیں ہے جیسے ہماری آنکھ بینا بھی ہے اندھی بھی ہو جاتی ہے کان سنتا بھی ہے شنوائی چھوڑ بھی دیتا ہے اس کے کسی کمال میں زوال نہیں ہے۔ وہ اپنے اس کمال کے لئے کسی کا محتاج نہیں ہے اس

کا کوئی لمحہ ایسا نہیں آیا کہ اس کا کوئی کمال نہیں تھا اسے پھر حاصل ہو گیا نہیں اس لئے سارے کمالات اس کے لئے ہیں اور اس کا اظہار کرنے کے لئے تمہیں یہ بھی اعلان کرنا پڑے گا۔ اور یہ منوانا پڑے گا۔

لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ

تمہیں ٹکرانا پڑے گا ان اقوام کے ساتھ جو اللہ کے بیٹوں پر ایمان رکھتے ہیں تمہیں یہ ثابت کرنا پڑے گا۔ کہ اللہ کا کوئی بیٹا نہیں ہے تمہیں ٹکرانا پڑے گا ان اقوام کے ساتھ جو مختلف طاقتوں کو اس کا شریک کار بناتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ اور مشرکین یہ سارے تمہارے مقابل ہوں گے اور تم ان کے مقابل یہ بات منواؤ گے کہ واقعی اللہ ایسا ہے اور بڑے بڑے فرعونوں کے سامنے ثابت کرنا پڑے گا کہ سلطنت اور حکومت اس کو سزاوار ہے باقی سب اس کے بندے ہیں۔ اس کے نمائندے ہیں کسی کے پاس کوئی بڑے سے بڑا عہدہ اس کی امانت ہے اگر اس عہدے میں وہ اپنی فرعونیت داخل کرتا ہے تو وہ فرعون ہے اور تمہیں فرعونوں کے سامنے کھڑا ہونا پڑے گا۔ جو اس کی ذات کے منکر ہوں وہ تو پہلی لپیٹ میں آ گئے جب آپ نے کہہ دیا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سارے کمالات الحمد اللہ سب کمالات اس کے لئے ہیں۔

وہ اپنا نظام چلانے کے لئے کسی کا محتاج نہیں ہے کہ یہ سلطان و امیر اپنے مشورات اس کی کارگاہ میں داخل کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ یہ اس کی مخلوق اسی میں ہے یہ اس کی مخلوق کو اپنے ذاتی ضابطوں کے بنائے ہوئے قوانین کو آئین کا نام دے کر ان کا محاسبہ کرنے کا مجاز نہیں ہیں۔ کسی ایسے سبارڈی نیٹ SUBORDINATE کی ضرورت نہیں ہے جو اس کو سپورٹ کرتا ہو وہ ماتحت ہوتا ہے جو اپنے افسر بالا کا دست راست ہو اس کا معاون ہو اس کے بغیر اس کا کام نہ چل سکے فرمایا اللہ کو ایسی ضرورت نہیں ہے اور پھر تمہیں ثابت کرنا ہے۔

اس کی بڑائی کو اس طرح علی الاعلان ثابت کر دو کہ ظاہر ہو جائے کہ بڑائی صرف اس کے لئے ہے۔

یہ ہے وہ قرآنی فلسفہ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو رحمتہ اللعالمین مبعوث ہوئے جنہیں کفار مشرکین کا اتنا دکھ ہوتا تھا کہ قرآن کہتا ہے کہ میرے نبیؐ اتنا دکھ نہ کر کہ تیری اپنی جان خطرے میں پڑ جائے۔ جو اللہ کی ایک ایک مخلوق کے لئے رحمت مجسم تھا اس کی کبریائی کو منوانے کے لئے اسے بھی شمشیر بکف میدان میں اترنا پڑا۔ اسے بھی پتھر کھانے پڑے اسے بھی ہجرت کرنا پڑی اس کی ذات والا صفات نے بھی پیٹ پر پتھر باندھے فاقے برداشت کئے بھوکیں کاٹیں اور جگر گوشوں اپنے خادموں اور اپنے والدین اپنے بزرگوں اپنے چچاؤں کی لاشوں کے ٹکڑے سمیٹ کر قبروں میں اتارنے پڑے۔ کیا یہ سب کچھ اسی ہستی پر نہیں بیتا جو رحمتہ اللعالمین مبعوث ہوئے کیوں عرب کے صحرا نوردوں کو اور خانہ بدوشوں کو اسلام نصیب ہوا چلو عرب میں وہ لڑے بھڑے جو ہوا جہاد ہوا اور جو کچھ بھی ہوا ہجرتیں کیں جزیرہ نمائے عرب پر اسلام کی سلطنت قائم ہو گئی اور کوئی طاقت ایسی نہ رہی جو اللہ کی کبریائی کے خلاف آواز اٹھاتی۔ بت اٹھا کر پھینک دیئے گئے اذانوں سے فضا گونج اٹھی سجدے زمین کی زینت بن گئے اور ذرہ ذرہ نور آفتاب کی طرح چمکنے لگا۔ انہیں پھر کیا ضرورت تھی کہ روئے زمین پر دیوانہ وار وہ پھیل گئے کیا ضرورت تھی قیصر سے منوانے کی کیا ضرورت تھی کسریٰ سے منوانے کی انہیں کیا ضرورت تھی چین تک اور یہاں تک زمین ہندوستان تک جہاد کرنے کی انہیں کیا ضرورت تھی سری لنکا اور سرادیپ میں جا کر اسلام پھیلائیں۔ کیا ضرورت تھی ضرورت یہی تھی کہ جہاں کوئی اللہ کے وجود کا انکار کرتا ہے وہاں تمہیں یہ ثابت کرنا ہے کہ الحمد اللہ جہاں کوئی کہتا ہے کہ اللہ کا بیٹا ہے وہاں تمہیں یہ ثابت کرنا ہے کہ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا جہاں کوئی کہتا ہے کہ اس کا شریک بھی ہے وہاں تمہیں ثابت کرنا ہے وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور نہ صرف یہ کہ اس کی رزاقیت اور اس کی صفات الوہیت میں

کوئی شریک نہیں ہے اس کی حکومت و سلطنت میں بھی کوئی شریک نہیں ہے کسی فرعون کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے **ولم یکن لہٗ ولیٌّ من الذل** اور اسے کسی ایسے ماتحت کی احتیاج نہیں ہے جو اس کی مدد کرتا ہو۔ اور تمہیں اس کی بڑائی کو چار دانگ عالم روشن کرنا ہے **وکبرہ تکبیرا** یہ معیار تھا مطالبہ تھا قرآن حکیم کا۔

علامہ ابن کثیر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیر میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے اور مفسرین ابن کثیر کو تفسیر سے زیادہ حدیث کی کتاب مانتے ہیں بے شمار ذخیرہ حدیث انہوں نے قرآن کی تفسیر بیان کرتے ہوئے جمع کر دیا فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ حشر کا میدان ہو گا۔ لوگ اٹھیں گے قبروں سے صحابہ کرام کا ایک گروہ جن کے سینے چھلنی لباس خون سے تر بہ تر بدن کے پرخچے اڑے ہوئے شمشیر بکف زرہ پہنی ہوئی قبروں سے اٹھیں گے اور اپنے اس تلوار کے دستے سے جنت کے دروازے پر دستک دیں گے تو جنت کا محافظ یا خادم رضوان کہے گا کہ حضور یہ دروازہ مت کھٹکھٹایئے آپ ابھی قبروں سے اٹھے ہیں۔ میزان عدل لگی ہوئی ہے فرشتے اعمال لے کر پیش ہو رہے ہیں ابھی مخلوق خدا میزان عدل پہ جائے گی محاسبہ ہو گا حساب ہو گا جمع تفریق ہو گی وہاں سے پروانہ ملے گا جنت میں داخلے کا آپ اپنا حساب کر کے لے آیئے۔ بسم اللہ ابھی کھٹکھٹانے کا کوئی فائدہ نہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ اپنی ڈھالیں اپنی تلواریں پھینک دیں گے متوجہ الی اللہ ہو جائیں گے اور فرمائیں گے اللہ تیرے احسانات کی حد نہیں ہے ہم کفر و شرک میں مبتلا تھے تو نے احسان نبی فرمایا نبی علیہ السلام کو مبعوث فرما کر نور ایمان سے ہمارے سینے منور کئے۔ اولادیں دیں مال دیئے جائیدادیں دیں حکومتیں دیں صحت دی وجود دیا۔ لیکن بار خدایا تیری کبریائی پر ہم نے ہر چیز لٹا دی۔ ہم نے پرواہ نہیں کی کہ جائیداد رہ جائے گی ہم نے تیرے لئے ہجرتیں کیں اور جائیدادیں چھوڑ دیں۔ ہم نے گود میں پال کر جنہیں جوان کیا تیرے راستے میں کٹوا دیا اور ان کی قبریں نہیں بن سکیں۔ ہم نے مال تیری راہ میں خرچ کر دیئے عمریں ہماری تیری راہ میں میدان کار زار میں بیت گئیں۔ اور آج سوائے اس پھٹے ہوئے سینے کے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ پھر فرشتہ حساب کس بات کا مانگتا ہے کیا بچا ہے حساب میں جس کا یہ محاسبہ کر رہا ہے۔ تو حضور اکرم صلی اللہ فرماتے ہیں کہ ارشاد ہو گا کہ جنت کے سارے دروازے کھول دو یہ ان کی پسند ہے کدھر سے داخل ہوتے ہیں اور کہاں جانا چاہتے ہیں۔

ایک تصویر تو یہ ہے حدیث نبوی نے اصدق الصادقین صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمائی ہے ایک منظر ہے میدان حشر کا۔ ایک منظر وہ ہے جو ہمارے دلوں میں بنتا ہے ہم جب اٹھیں گے شاید ممکن ہے ہمارا کفن ریشمی ہو یہ بھی ممکن ہے ہمارے وجود نفیس ہوں صحیح سلامت کٹے پھٹے نہ ہوں۔ لیکن جب بات ہو گی۔ تو ہم کہیں گے خدایا روزی میں لگ گئے فرصت ہی نہیں تھی دال آٹا پیدا کرنے سے۔ اولاد تھی بیمار تھی اس کے علاج معالجے اور دوائیں لانے سے فرصت ہی نہیں تھی۔ تو کیا رب العلمین یہ نہیں فرمائیں گے کہ تمہارا خیال ہے کہ میں اپنی مخلوق پیدا کر کے بھول گیا اور تم میری مخلوق پالتے رہے تم نے میری جگہ لے لی ان کے رزق کا انتظام تم کرتے رہے ان کی صحت و بیماری کی فکر تم کرتے رہے زمینداری کی دیکھ بھال تم کرتے رہے کھیت اور پودے تم اگاتے رہے پھل اور پھول تم لگاتے رہے بارشیں تم برساتے رہے اور میں تو مخلوق پیدا کر کے بھول ہی گیا تھا تمہارا احسان ہے مجھ پر۔ یہی ہو گا۔ یہ نہیں ہو گا۔ وہ پوچھے گا کہ تم جھوٹ بولتے ہو تم نے میری کسی مخلوق کو ایک دانہ روزی نہیں دی۔ میں خود رب العلمین ہوں میں نے ایک ایک مخلوق کو خود پیدا کیا ہے خود پالا ہے تم جھوٹ بکتے ہو وہ فرمائے گا تم جھوٹ بکتے ہو وہ فرمائے گا تم جھوٹ بولتے ہو تم نے کھیتیاں پیدا نہیں کیں میں اگاتا رہا۔ تم نے کسی بیمار کو صحت نہیں دی میں دیتا رہا تم کون ہوتے ہو۔ ذرہ یہ تصویر دیکھیں اس میں کہیں آپ تو نہیں ہیں تو

نہیں ہوں کوئی ہے ہم میں ایسا جو کہہ دے کہ میں اس تصویر میں نہیں ہوں میں نے کبھی پرواہ نہیں کی کیا ہو رہا ہے میں اللہ کے لئے کام کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ مجھے اللہ کی کبریائی اور عظمت کا احساس ہے اور میں خود مانتا ہوں اور میرے ماننے کی دلیل یہ ہے کہ میں یہ منوا کے رہوں گا میرے علم میں ابھی تک کوئی نہیں آیا میرے علم میں جتنے لوگ آتے ہیں سوائے روزی تنخواہ صحت بیماری اور ان کاموں کی فکر کے جو اللہ نے اپنے ذمے لے رکھے ہیں اور میرے سامنے کوئی نہیں آیا خود میں سمجھتا ہوں کہ میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے کہ میں کہہ دوں کہ خدایا میں بھی انہیں یہی بتاتا رہا کہ ہمت کرو پیسے زیادہ پیدا کرو ہمت کرو صحت بنا کے رکھو۔ نہیں بھائی میاں!

بات سادہ سی ہے ہم تو یہ کہیں گے کہ بارالہا ہم نے تو ایک ایک بندے سے کہا تم پر جہاد فرض ہے اسلام کے نام پر تمہارے ملک میں کفر پھیل رہا ہے تمہارے اس وطن عزیز میں جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا یہاں تمہارے قانون میں توہین رسالت کو ناقابل گرفت قرار دے دیا ہے اور تف ہے اس مسلمان پر جس کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی جائے اور وہ فتویٰ لینے جائے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ یہ کہہ دینا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کوئی کر دے وہ قابل گرفت نہیں ہے یہ کہنے والا شرعاً" واجب القتل ہے اور قتل نہ کرنے والا مسلمان بے غیرت ہے مسلمان نہیں ہے یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی جا سکتی ہے یہ بجائے خود کفر ہے توہین کرنا دور کی بات ہے کسی بھی مفتی سے پوچھ لیجئے کہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی جا سکتی ہے یہ کفر ہے اور توہین کرنا ایسا کفر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کو بھی بحالت کفر قتل کرنے کی اجازت نہیں دی تھی جب تک مجبوری نہ ہو اور فرمایا تھا کہ ایک ہزار کافر کو بحالت کفر قتل کرنے سے ایک کافر کو مسلمان بنا لینا اسلام کی طرف راغب کر لینا زیادہ بہتر ہے لیکن کعب بن اشرف کے لئے خصوصاً" والتیر رضا کار طلب فرمائے کون ہے جو کعب بن اشرف کی زبان سے مجھے نجات دے اس لئے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کیا کرتا تھا اپنے قلعے میں بیٹھا تھا یہودی تھا اپنے گھر بیٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو کوئی کعب بن اشرف سے مجھے نجات دلائے۔ رضا کار بھیجے حضور صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنہوں نے قلعے میں داخل ہو کر کعب بن اشرف کو قتل کیا۔ یہ ایسا جرم ہے۔

فرزدق ایک شاعر تھا اہل مکہ کے پاس شعر کہتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کہتا تھا میدان میں جب اہل مکہ کی فوج آئی تو وہ ساتھ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنگ کا جو فیصلہ اللہ کو منظور ہے ہو گا۔ لیکن فرزدق کی زبان سے مجھے کون نجات دلائے گا۔ تو اس کا بیٹا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی تھا وہ کھڑا ہو گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ خدمت مجھے دیجئے فرمایا تیرا سگا باپ ہے جیسا بھی ہے وہ تیرے دنیا میں آنے کا سبب بنا ہے تو اس کے دنیا سے جانے کا سبب نہ بن۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے خادم کو متعین فرمایا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین یہ صرف کفر نہیں ہے یہ اللہ کا انکار اللہ کی کتاب سے انکار سارے دین کے انکار سے بڑھ کر ایک الگ جرم ہے کہ جس زبان سے یہ نکلے اس زبان کو پھر حرکت کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

تو اب ذرہ یہ تصویر بھر کر میدان حشر کی ایک تصویر بنایئے یہ رنگ بھریئے کہ ہم بھی وہیں موجود تھے ہم سے بھی سب پوچھا گئے ہم ہنس لئے ہم چپ رہے یہی ہو گا نا تو کیا یہ جواب ہمیں مسلمان ثابت کر سکے گا۔ کیا یہ جواب اس بات کی دلیل بنے گا کہ آپ اللہ کو مانتے تھے یار عمل کو چھوڑو عمل کی باری بعد میں آئے گی۔ پہلے تو خود کو مومن ثابت کیجئے گا پھر عمل کی باری بعد میں آئے گی۔ پہلے تو خود کو مومن ثابت کیجئے گا پھر عمل کی باری آئے گی۔ تو کیا اس

صورت حال میں جس میں ہم جی رہے ہیں جس میں معیشت سودی ہے اور ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے سیاست کافرانہ ہے اور ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے جس میں کفر ہمارے سینے پر بیٹھ کر کہتا ہے کہ خدا بھی ہے خدا کا بیٹا بھی ہے اور ہم کہتے ہیں بیوی بیمار ہے بیٹے کی دوا لانی ہے بچے کو سکول چھوڑنا ہے دکان کھلی پڑی ہے چلانے والا کوئی نہیں میرے پاس تو فرصت نہیں ہے۔ ٹھیک ہے آج تو فرصت نہیں ہے کل عرصہ محشر میں کیا یہ جواب صحیح ہے جسے اطمینان ہے کہ وہ صحیح ہے وہ اس پر مطمئن رہے لیکن جس کے ضمیر کو یہ بات چبھے کہ یہ جواب صحیح نہیں ہے تو پھر صحیح جواب تلاش کیجئے۔

یہ جو موت ہے **الذی تفرون منهم** رب جلیل فرماتے ہیں یہ موت جس سے تم بھاگے بھاگے پھرتے ہو بھاگنا چاہتے ہو۔ یہ تمہیں پکڑ ہی لے گی۔ آ ہی جائے گی اپنے وقت پر بڑے مضبوط قلعوں میں تہہ خانوں میں محفوظ گوشوں میں خود کو چھپا لو یہ اپنے وقت پر آئے گی۔ کفر کے قدموں کے نیچے بلک بلک کر مرنے والا اور کفر کے پنجہ استبداد کو توڑنے کی کوشش میں جان ہارنے والا کیا دونوں برابر ہوں گے۔ ایک جیسے اٹھیں گے بالکل نہیں بڑا فاصلہ ہو گا۔ کفر کے ساتھ یہ سمجھوتہ کہ ہمارا دنیوی نقصان نہ ہو اور کفر بڑھتا رہے یہ بجائے خود کفر ہے۔ بڑی عجیب بات ہے ہمارے پاس بڑے دلائل ہوتے ہیں ہمارے پاس یہ دلائل بھی ہیں کہ نبی علیہ السلام نے تو کافروں سے معاہدے کئے کیا کفر پر معاہدے کئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدے کئے تھے کہ ایک شہر میں مل کر رہتے ہیں تو اس شہر کی ذمہ داریاں بھی دونوں پر آئیں گی باہر سے کوئی حملہ آور ہو گا تو تمہیں بھی دفاع کرنا پڑے گا۔ شہر کی ضرورت ہو گی تو اگر تم شہر میں رہتے ہو تو شہر کی ذمہ داریاں بھی شہر پر ہوں گی۔ وہ بات الگ ہے ہمارا سمجھوتہ یہ ہے کہ خیر ہے تم بھی سود کھاتے ہو ہم بھی کھاتے رہیں گے۔ کہیں یہ سمجھوتہ ثابت کر دو مکہ مکرمہ میں مدینہ منورہ میں یہ چادر دانگ اسلامی ریاست میں کہ ریاست نے سود کھانے پر سمجھوتہ کیا ہے جو سمجھوتے ہم نے کر رکھے ہیں وہ ثابت کئے جائیں وہ تو نہیں ملتے۔ مکہ مکرمہ میں اسلام کوئی بالکل ایسی بات نہیں تھی کہ پہلے کوئی اور مذہب نہیں تھے اور سارے ایک ہی مذہب پر تھے اور اسلام نیا مذہب آ گیا نہیں مکہ مکرمہ میں یہودی تھے عیسائی تھے بت پرست تھے آتش پرست تھے سیارہ پرست تھے اور جانوروں کی پوجا کرنے والے تھے جادوگروں کی پوجا کرنے والے تھے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مان کر پوجنے والے تھے بے شمار مذاہب تھے ان میں تو جنگ نہیں ہوتی کیوں سارے ہی متفق ہو کر بڑے اتحاد سے رہتے تھے اس لئے کہ عقیدے سب کے الگ الگ تھے لیکن نظام معیشت میں نظام عدالت میں اور سیاسی نظام میں سارے متفق تھے۔

اسلام جب آیا تو یہ نہیں کہ اس نے صرف نیا عقیدہ دیا ان کے بھی عقیدے الگ الگ تھے اسلام نے ایک اور نیا عقیدہ دے دیا کیا فرق پڑا اصلی مصیبت یہ پیدا ہو گئی کہ اسلام نے پورے سیاسی سٹرکچر میں اپنا راستہ الگ بنا لیا اس نے کہا تمہاری سیاست کو نہیں مانتا تمہارے قانون اور تمہاری عدالت کو نہیں مانتا ہوں تمہارے سودی معاشرے اور نظام اور معیشت کو نہیں مانتا تو ان کے لئے ایک چیلنج بن گیا کہ یہ عجیب تماشہ ہے۔ صدیوں سے جو ایک سسٹم چل رہا ہے صدیوں سے ایک نظام چل رہا ہے اس میں خدا کو ماننے والے بھی ہیں خدا کے منکر بھی ہیں نبیوں کو ماننے والے نبیوں کے منکر بھی ہیں بتوں کو ماننے والے فرشتوں کو ماننے والے بھی ہیں سب کا انکار کرنے والے بھی ہیں لیکن ایک نظام رنگ کا سوسائٹی کے چلانے کا ایک سسٹم وہ تو سب نے ایک بنا رکھا ہے آپ اپنے خدا کی پوجا کرتے رہئے لیکن ہمارے نظام میں مخل تو نہ ہوں یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ریاست میں دو قانون ہوں ایک ریاست میں دو عدالتیں ہوں ایک ریاست میں دو طرح کے فیصلے ہوں کیسے ممکن ہے دو طرح کا نظام معیشت ہو یہ کیسے ممکن ہے، اس پر تو کوئی

سمجھوتہ نہ ہوا۔ اصل جو جہاد یا جنگ مسلمانوں کے ساتھ کفار نے مسلط کی وہ اس آن کے سیاسی اور معاشی نظام کے خلاف اسلام کی آواز تھی بتوں کے خلاف اتنے وہ نہ چڑتے اس لئے کہ بتوں میں تو باپ اور بیٹے میں اختلاف تھا جو بت باپ پوجتا تھا بیٹا کہتا تھا تیرا بت بے کار ہے میرا تکڑا ہے اس نے اپنا بنا رکھا تھا کوئی ایک بت کو پوجتا تھا کوئی دوسرے کو پوجتا تھا۔

ہمارا حال یہ ہے کہ ہم نے اس نظام کو اپنا رکھا ہے یار یہ ایک اور بڑا دھوکا ہوا ہمارے ساتھ بڑی عجیب بات ہے اور بڑے فخر سے سٹیج پر منبر پر اسمبلی میں آزادی آزادی آزادی!

کیوں جھوٹ بولتے ہو آپ اپنے آپ سے آپ نے ملکوں کی تاریخ پڑھی ہے آپ نے ملکوں کو آزاد ہوتے دیکھا ہے پتہ ہے ملک کیسے آزاد ہوتے ہیں جابر طاقتوں کے پرخچے اڑا دیئے جاتے ہیں اور مجبور خود کو آزاد کر لیتے ہیں۔ زنجیریں توڑ دی جاتی ہیں اور قیدی رہا ہو جاتے ہیں۔ آپ نے کتنے انگریزوں کو واصل جہنم کیا کہ آپ آزاد ہو گئے ارے وہ جب جا رہے تھے تو آپ کی سپاہ انہیں گارڈ آف آنر دے رہی تھی اگر آپ اور میں آزاد ہوتے تو یہاں سے انگریز کی لاش بھی نہ جاتی وہ کل ساڑھے تین ہزار انگریز کابل سے بنگالہ تک رولنگ پارٹی میں تھا ساڑھے تین ہزار کے قریب انگریز آفیسر ہوتے تھے سارے متحدہ ہندوستان میں اور وہ بھی بصد شان و شوکت ڈنر پارٹیاں کھا کر آپ کے ہندوستان اور پاکستان کے بارڈر بناتے رہے ریڈ کلف نے ادھر کھینچ دیا ماؤنٹ بیٹن نے ادھر کھینچ دیا اس نے لکیر یہاں لگا دی اس نے یہاں لگا دی اور آپ کی فوجوں کے چیف اور سپہ سالار انگریز کہ تمہیں تو آتا ہی نہیں یا ہم تمہیں سکھا کر جائیں گے۔ یہ کیسے آزاد ہوئے آپ کوئی آزاد ہوئے غلط کہتے ہیں آپ انگریز کو تھکا دیا ہٹلر نے انگریز کو تھکا دیا اکی ہٹو نے جاپان نے۔ انگریز اس قابل نہیں رہا تھا کہ یہاں حکومت چلا سکتا اس نے کہا کہ اچھا میں جاتا ہوں میں اپنی جگہ اپنے یہ دو چار نوکر جو ہیں وفادار یہ تم پر حکمران بنا کر جا رہا ہوں اور اگر آپ انگریز کی اسمبلی کی تاریخ پڑھیں تو آپ کو چرچل کے تاریخی جملے ملیں گے جب اسمبلی میں یہ فیصلہ ہو رہا تھا برطانیہ میں کہ ہندوستان سے واپس آیا جائے اور ہندوستان کو آزادی دی جائے تو چرچل نے کہا تھا کہ کیوں ان لوگوں سے ظلم کرتے ہو ہم یہاں سے جا کر رول کرتے ہیں تو ہم اتنا ظلم نہیں کرتے ہمارا کوئی رشتہ دار نہیں ہے ہمیں وہاں کوئی جاگیر نہیں بنانی وہ ہمارے لئے سب ایک ہیں ان کے ساتھ انصاف کرتے ہیں جب ان میں سے بعض کو ان پر حکمران بنا کر آ جاؤ گے تو وہ ان پر ظلم کے پہاڑ توڑیں گے۔ یہ بات چرچل نے کہی تھی اور ریکارڈ پر ہے اور لوگوں نے کہا تھا کہ WAS A GREAT MAN CHARCHAL لیکن اب بے چارہ بوڑھا ہو گیا ہے یہ کبھی بہت بڑا آدمی تھا لیکن سٹھیا گیا ہے دیکھو کیسی باتیں کرتا ہے یہ اسمبلی میں اس کا مذاق اڑا تھا اور یہ اسمبلی برطانیہ کی اسمبلی کی تاریخ پر ہے لیکن اس نے ٹھیک کہا تھا جسے آپ آزادی کہتے ہیں یہ آزادی نہیں تھی یہ غلاموں کی غلامی تھی انہوں نے کہا کہ یہ دو چار اپنے بندے ہیں یہ ہمارے خدمت گزار ہیں تم انہیں زندہ باد مردہ باد کہہ کر اپنے اوپر بٹھا دو۔ اور پھر ہماری جگہ یہ تم پر حکومت کریں گے۔ ہمیں جو خون ضرورت ہو گا۔ جو گوشت ضرورت ہو گا۔ جو کھال ضرورت ہو گی۔ جانوروں کو بیچ بیچ کر نکالتے رہیں گے ہمیں بھی دیتے رہیں گے کچھ یہ بھی کھا پی لیں گے۔

اب یہاں دو قومیں بستی ہیں اس ملک میں ایک وہ جو انگریز کے نمائندے ہیں نمبردار ہیں نوکر ہیں خادم وہ کھاتے بھی انگریزی میں ہیں سوتے بھی انگریزی میں ہیں گھر بھی انگریزی میں بناتے ہیں بات بھی انگریزی میں کرتے ہیں لباس میں انگریزی میں پہنتے ہیں۔ مرتے بھی انگریزی میں ہیں ہسپتال میں پیدا ہوتے ہیں ہسپتال میں مرنا ان کی شان ہے۔ بلکہ کوشش کرتے ہیں کہ وہیں جا کر مریں اور وہاں سے لاش پارسل ہو کر آئے۔ وہ حکمران قوم ہے اور وہ اپنے آپ کو

انسان سمجھتے ہیں۔ لیکن غلام ہیں ان کے میں اور آپ جانور ہیں بھیڑ بکریاں ہیں ہم سے وہ اون وصول کرتے ہیں خون وصول کرتے ہیں گوشت وصول کرتے ہیں ہمیں بیچتے ہیں ہمیں ذبح کرتے ہیں اپنے جوتے بھی ہماری کھال سے بناتے ہیں کہاں کے آزاد ہیں ہم وہ آپس میں لڑتے بھی ہیں آپ کو غلطی لگتی ہے یہ مسلم لیگ ہے یہ پیپلز پارٹی ہے یہ نیشنل عوامی پارٹی ہے سب ایک ہیں غلاموں کے اپنے اپنے گروہ ہیں ایک کہتا ہے حضور میں خادم ہوں مجھے اور میرے نوکروں کو کام کرنے دو دوسرا کہتا ہے نہیں میں بندہ ہوں مجھے موقع دیا جائے تیسرا وہ ایک کو لگا دیتے ہیں جب سمجھتے ہیں کہ لوگ اس کے ظلم سے تنگ آ گئے ہیں تو وہ گراری پھیر دیتے ہیں تم آگے چلے جاؤ پھر آ جاؤ وہ اس طرح ROTATE کرتی رہتی ہے۔ کیا ہم یہ نہیں دیکھتے کہ جب پیپلز پارٹی کو حکومت کو فال FALL ہوئی صدر پاکستان نے گن گن کر بتایا کہ اتنے کروڑ اتنے ارب فلاں کھا گیا اتنے ارب فلاں کھا گیا اتنے ارب فلاں کھا گیا چوراسی کروڑ کے قریب وہ اخراجات تھے جو پیپلز پارٹی کے جانے والوں پر صدارتی ریفرنسز دائر کرنے میں خرچ ہو گئے کہ یہ پیسہ کھا گئے ہیں کسی نے واپس وصول کیا کسی ایم این اے یا ایم پی اے سے کسی نے واپس لیا نہیں لیا۔ پھر آ گئی مسلم لیگ کی حکومت پھر وہ FALL ہو گئی پھر وہ صدر تھا اس نے کہا یہ تو آپ نے تقریر سنی تھی یہ تو بیچ کر کھا گئے یہ تو بڑے ظالم تھے اتنے ارب وہاں سے لے لیا اتنے کروڑ وہاں سے لے لیا اتنا وہاں سے حاصل کیا وہ بھی کھا گئے وہ بھی کھا گئے وہ بھی کھا گئے۔ اب روز بڑے بڑے اعلان ٹی وی پہ اشتہار اخباروں میں وہ جی پلاٹ انہوں نے بیچ دیئے فلاں بنک سے اتنے کروڑ کھا گئے کسی نے واپس کوئی دونی وصول کی اس کے گروپ سے اس کی پارٹی سے کوئی واپس ہوا؟

کہاں سے کمی پوری کرتے ہیں کہتے ہیں بھیڑیں بیچ دو چونتالیس ارب کے چونتالیس سو کروڑ کے ٹیکس لگائے گئے عام آدمی پر بھیڑیں بیچی گئیں جس طرح کسی زمیندار کے لڑکے عیاش ہوں تو بیٹا جوے میں ہار آئے تو بیٹا تو نہیں بیچتا اسے ملامت تو ضرور کرتا ہے کہ یہ تو نے اتنے لاکھ ضائع کر دیئے لیکن وہ لاکھوں کی کمی پوری کرنے کے لئے بھینس بیچتا ہے گائے بیچتا ہے بیل بیچتا ہے بھیڑیں بیچتا ہے بکریاں بیچتا ہے میں اور آپ وہ بھیڑ بکریاں ہیں جنہیں بیچ کر وہ خسارہ پورا کیا جاتا ہے اگر وہ کروڑوں کھا گئے اربوں کھا گئے تو کیوں نواز شریف کو جیل میں نہیں دیا جاتا ہمارا تو کہتے ہو کہ بل آپ کا نہیں پہنچا بجلی کاٹ دی پانی کاٹ دیا لوگ پیاسے بیٹھے رہتے ہیں اور آپ بجلی کاٹ کے چلے جاتے ہیں آپ کہتے ہیں آپ نے زرعی بنک سے پانچ سو قرض لیا تھا واپس نہیں کیا بندے کو قید کر دو کمال ہے پانچ سو پر اگر قید کر دیتے ہو اور چوتالی چوتالی سو کروڑ پر کسی کو نہیں پوچھتے۔

تو میرے بھائی! بھیڑوں اور بکریوں کا میدان حشر میں کتنا اعزاز ہو گا انسانوں کی صفوں میں کھڑا ہونے کی اہلیت رکھتی ہیں کیا کچھ انسانی کارنامہ ہے ہمارے پاس اگر ہم اپنی فہرست پڑھیں کہ ہم دن بھر کیا کرتے رہے ہیں تو پتہ لگتا ہے کہ ہم میں شاید پروردگار عالم تھے اور نظام عالم کو چلانے کی فکر ہمیں بھلاتی رہی کہ اس کی روزی کا کیا ہو گا اس کے پانی کا کیا ہو گا۔ اس کی صحت کا کیا ہو گا۔ ارے یہ تو وہ خود کرتا ہے ہمارے ذمے ہے کہ اس نے ہمیں ہاتھ پاؤں دیئے ہیں ان حدود کے اندر رہ کر جو اس نے بتائی ہیں ہم مزدوری کریں لیکن اس کی کبریائی کا اعلان کر کے خود کو مسلمان ثابت کر کے ہر کام کی اپنی اہمیت ہے جب کفر چھا رہا ہو اور آپ دوکان بسانے کی سوچ رہے ہوں تو اس کی پرپارٹی نہیں ہے پہلے کفر کو ہٹایئے پہلے آگ بجھایئے پھر اس میں سودا ڈالئے آپ کہتے ہیں آگ کو لگنے دو سودا ڈالتے جاؤ کتنا ڈالیں گے سارا جلتا چلا جائے گا۔ تو میرے خیال میں دو چار پانچ دن سے جو میرے ذہن میں ایک تصویر بن رہی تھی میں نے کوشش کی ہے کہ میں اسے دیوار پہ پینٹ کر دوں میں اسے آپ کو دکھا دوں اور یقین جانئے حشر کو آنے سے کوئی نہیں روکے گا۔ کوئی نہیں روک سکتا۔ موت ہمارے ساتھ ہے۔

سب سے زیادہ قریب ہمارے ساتھ موت ہے زندگی سے موت قریب ہے موت بھی آئے گی۔ پوچھ گچھ قبر میں بھی ہو گی لیکن اکیلے میں خیر ہے چلو جوتے پڑیں گے اللہ معاف کرے اکیلے میں حشر میں تو بے شمار مخلوق ہو گی۔ کیا کافر یہ نہیں کہے گا۔ کہ بار الہا ہم نے تو مانا ہی نہیں یہ جنہوں نے مانا ہے انہوں نے کون سا تیر چلایا۔ یہ بھی تو خود پروردگار بن کر بیٹھے رہے جو تجھے کرنا تھا اس کی فکر ان کی جان کھاتی ہے جو انہیں کرنا تھا اس کی انہیں فرصت ہی نہ ملی۔ قرآن حکیم فرماتا ہے کہ اس طرح کے لوگ پھر کہیں گے کہ خدایا شیطان نے ہمیں بڑا پریشان کیا یہ بڑا بدمعاش تھا یہ بڑا بے ایمان تھا اور اس نے ہمیں اس فکر میں لگا دیا وہ اجازت مانگے گا۔ کہے گا بار الہا مجھے ان سے بات کرنے دے تو مجھ پر لاکھ پھٹکاریں بھیج تیرے فرشتے بھیجیں تیری ساری مخلوق بھیجے لیکن یہ بدمعاش اس قابل نہیں ہے کہ یہ بھی مجھے برا کہے میں ان کی پھٹکار نہیں سنوں گا ہرگز ان سے مجھے بات کرنے دے اجازت مل جائے گی اور قرآن حکیم اس کی بات دہراتا ہے وہ شیطان کہے گا۔

مجھے کیوں ملامت کرتے ہو قابل ملامت تم ہو اپنے آپ پر لعنت کرو اس لئے کہ میں نے تم سے جھوٹ کہا وہ تم نے مان لیا اللہ نے تم سے سچ کہا وہ تم نے نہیں مانا قابل ملامت تم ہو میں نہیں ہوں اگر میں برا ہوں تو تم مجھ پر بڑھ کر برے ہو اس لئے کہ میرے پاس اختیار نہیں تھا کہ میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر تمہیں اس راستے پر چلا دیتا۔ تمہارا دل میرے قبضے میں نہیں تھا تم نے میرے قدموں میں ڈال دیا اور پھر مجھے ملامت کرتے ہو۔ تم قابل ملامت ہو۔

یار بڑا درد ناک منظر بنتا ہے بڑا تکلیف دہ اور بہت مشکل اپنے جن پھول جیسے بچوں پر ہم سورج کی گرم شعاع پڑتی برداشت نہیں کرتے ان کو لے کر وہاں کھڑا ہونا آسان نہیں ہو گا۔ اور اپنے اس حال میں اپنے سارے خاندان کو لے جانا بہت تکلیف دہ ہو گا۔ ابھی ہمارے پاس فرصت ہے او یار کچھ نہ کرو ایک فیصلہ تو کر لو کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی کبریائی منوانا ہے کچھ تو کر جاؤ یہ تو طے کر لو کہ ہمیں کافرانہ زندگی قبول نہیں ہے کافرانہ سیاست قبول نہیں ہے کافرانہ معیشت قبول (نہیں ہے) او کم از کم خود تو سود لینا چھوڑ دو۔ اور سودی نظام کو نہیں بدل سکتے تو سود کھانے سے تو رک جاؤ اگر کافرانہ نظام عدالت کو نہیں بدل سکتے تو اپنے جھگڑے تو دینی علماء کے پاس لے جاؤ اور وہاں سے دین کے مطابق فیصلہ لے لو کافرانہ عدالتوں سے اپنے آپ کو بچا لو کچھ تو کر جاؤ۔

یہ جو آپ اور میں ہر الیکشن میں جو ہم ووٹ دیتے ہیں نا یہ وہی بیعت ہے جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہیں کی تھی اور ہم کرتے ہیں اب اس کا اس زمانے میں نام ووٹ ہو گیا اسے شروع سے بیعت کہتے تھے۔ آپ پرچی پہ دستخط کرتے ہیں وہ آپ سے ہاتھ پہ ہاتھ رکھوا لیتے ہیں بات تو وہی تائید کی ہے نا کہ یہ بندہ اس عہدے کے قابل ہے میں بھی اس پہ مطمئن ہوں او یار ان بے دینوں کی بیعت کرنا تو چھوڑ دو آپ الیکشن میں نہیں کہتا لڑو نہ مجھے اللہ توفیق دے اس لئے کہ یہ کافرانہ نظام ہے ہم قائل ہیں اسلامی نظام کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا جو خلفائے راشدین نے دیا اس نظام اس طریقے سے حکومت بنائی جائے اور اس طریقے سے حکمران منتخب کئے جائیں لیکن اس کے خلاف جب اس کا انعقاد ہوتا ہے تو ایک طرف جمع ہو کر یہ تو کہا کرو کہ ہم اس سے بیزار ہیں یہ کافرانہ نظام ہے ہمیں قبول نہیں ہے او یار کچھ تو کر جاؤ کچھ نہ سہی تو ہم اتنا تو کہہ سکیں کہ ہم بھی یا اللہ ہم بھی سوچتے تو رہے اور ہم بھی کچھ کہتے تو رہے یا بالکل یہی جواب ہو گا کہ خدایا تیری مخلوق کو ہم پالتے رہے تو تو صرف پیدا کرتا رہا پالتے تو ہم رہے تو یہ بات نہیں بنے گی۔ ہم مخلوق کے پروردگار نہیں ہیں جس طرح نماز روزہ فرض ہے اسی طرح کاروبار حیات اور کاروبار معیشت بھی فرض ہے ہم مکلف ہیں پتہ ہے سفر میں نماز آدھی ہو جاتی ہے پتہ ہے سفر میں روزہ قضا کرنے کی رخصت مل جاتی ہے۔ اسی طرح معاشی کاروبار بھی

فرض عین ہے حصول معاش بھی حلال ذرائع سے حاصل کرنا فرض عین ہے لیکن تب جب اسلام خطرے میں نہ ہو تو سارا وقت اس کو دو لیکن کفر چھا رہا ہو ۔

وہ ناداں گر گیا سجدے میں جب وقت مقام آیا

میدان کار زار میں حملہ ہو جائے اور آپ سجدے میں گر جائیں بات نہیں بنے گی۔ اب آپ کے پاس مجھے حیرت ہوتی ہے یار میں بلٹن دیکھا کرتا ہوں ہندوستان کے یورپ کے امریکہ کے نیوز بلٹن دیکھتا ہوں اس میں ان لوگوں کے اخلاق اور کردار پر بحث ہوتی ہے ہندوستان والوں کا ایک پروگرام آتا ہے وہ اپنے کردار پہ بحث خود کرتے ہیں میں صرف یہ سوچا کرتا ہوں کہ یا اللہ ہم ان لوگوں کی غلامی بھی قبول کر لی یہ اہل مغرب یہ امریکن اور یہ ہندوستانی ہندو یہ اتنے گھٹیا اتنے گرے ہوئے لوگ ہیں کہ آدمی سوچ نہیں سکتا لیکن ہم اس سے بھی گئے گزرے ہیں کہ ہم نے ان کی بھی غلامی قبول کی تو بات ہی ختم ہو گئی کون سا اسلام کون سی مسلمانی کیسا اسلام۔ پچاس برس تو ان کو ہو گئے جو تقسیم ہند کے وقت کافروں نے ہم سے بیٹیاں چھینی تھیں اور کئی سال ہو گئے جو کشمیر کی خبریں ہم پڑھتے ہیں۔

پتہ ہے دوکان بن گئی ہے ہماری۔ کشمیر میں ظلم ہو رہا ہے چندہ دو ارے وہاں جا کر اپنی جان دو ہم سے چندہ کیوں لیتے ہو جاؤ کشمیر دور ہے لوگوں کی دوکان بن گئی بڑے بڑے فوٹو درد ناک چھپتے ہیں کروڑوں روپے چندہ جمع ہوتا ہے دو چار پیسے وہاں بھی بھیج دیئے تیرے میرے بیٹے کو کالج سے بھگا کر گاڑی چڑھا دیا اور کہا ہم نے اتنا مجاہد بھیجے ہیں۔ کوئی اپنا بھی بھیجو خود نہیں جاتے ہو مجاہد کہاں سے بھیجتے ہو والدین رو پیٹ رہے ہیں پچھلوں کو پتہ نہیں آگے ان کے ڈھائے چڑھ گیا لوگوں سے چندے لے کے بھی کھا گئے وہ بھی عیاشی کی اور بھیج دیئے قربانی کی کھالیں ہمیں دے دو زکوۃ ہمیں دے دو صدقات ہمیں دے دو پھر خود فارن کے ٹور پر جاتے ہیں اور ہوائی جہازوں سے سفر کرتے ہیں ٹی۔ اے ڈی۔ اے بناتے ہیں قربانی کی کھالوں سے کیا جواز ہے اس سارے تماشے کا کون سا یہ اسلام ہے کیا مسلمانی ہے۔ مسلمانوں کی آبرو مسلمانوں کا خون بیچ کر کھاتے ہیں اور اسلام پہ احسان بھی کیا ہوا ہے یار یہ سارے منظر کو اپنے سامنے لاؤ کیا ہم کوئی غیرت ایمانی باقی نہیں رہی کوئی ایسا بے وقوف نہیں ہے جو سر میدان اس غلط کام کو غلط تو کہہ سکے مٹا نہیں سکتا تو۔

مجھے تو دکھ ہے کہ میں خود کچھ نہ کر سکا ساری جوانی ساری عمر ضائع کر دی اور کچھ نہ کر سکا۔ اب بھی کچھ نہیں کر پا رہے اور یہ جو چند جملے کہتے ہیں اتنے دوست اتنے ناصح اور اتنے محبت کرنے والے لوگ جمع ہوتے ہیں اب اگلے جمعہ تک سمجھانے والے آتے رہیں گے کہ تم نے یہ سارا غلط کام کیا مارے جاؤ گے ارے بھئی کون مارے گا۔ اور جو موت آئے گی کون بچائے گا مرنا تو ہے جب وقت آئے گا مارے جائیں گے۔ مر جائیں گے کیوں فکر کرتے ہو لیکن کیا اب موت کے قریب بھی ہماری زبان پر سچ نہ ہو کیا جھوٹ کھاتے کھاتے ہی مر جائیں سود کھاتے کھاتے ہی مر جائیں حرام کو جائز کہتے کہتے ہی مر جائیں بھئی نہیں کوئی پیر صاحب خفا ہوں یا سیاست دان خفا ہو یا حکمران خفا ہو مغرب خفا ہو یا مشرق بات سادہ سی ہے آپ بھی آنکھیں بند کر کے دیکھئے میدان حشر کی اس تصویر کو اور اس میں اپنے آپ کو تلاش کیجئے اور وقت ہے ہمت کیجئے اپنے آپ کو اللہ کے بندوں کی صف میں لے جایئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے زندگی میں پہنچ سکیں گے مصلحتوں کے شکار ہو کر نہیں مصلحتوں کو قربان کر کے۔

اللہ کریم ہمیں صحیح فیصلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے عمل کی جرات عطا فرمائے اور ساری عمر کی کوتاہیوں سے مغفرت فرمائے ہماری توبہ قبول فرمائے او یار ہم تو ساری عمر بت پرستی میں کاٹ آئے کہیں روزی کا بت کہیں اولاد کا بت کہیں مفادات کا بت کہیں تکلیفات سے بچنے کا بت یہ کتنے کتنے لے کر ہم قبر میں جائیں گے۔ خدا ہمت دے ان سب کو پھینک دو صرف اللہ کے ساتھ رشتہ قائم رکھو وہ اپنے بندوں کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔

حضرت المکرم مدظلہ العالی

سائنس اور مسلمان

کسی بھی قوم پر جب زوال آتا ہے تو سب سے بڑا نقصان جو ہوتا ہے قوموں کو وہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں اور وہ بجائے کام کرنے کے دوسروں پر امیدیں باندھنے لگتے ہیں اور دوسروں سے امید وابستہ کرتے ہیں کہ کوئی ہمیں یہ کام کر کے دے گا فطرت کا قانون ہے کہ جس قوم میں یہ بات پیدا ہو جاتی ہے وہ پھر دوسروں سے فائد تو کیا حاصل کرے گی اپنی آزادی دوسروں کے سامنے بیچ دیتی ہے۔

اسلام جب دنیا میں آیا اس وقت روئے زمین پر وحشت و بربریت تھی ظلم اور جور تھا کفر و شرک کے ساتھ انسانی معاشرے کو اور انسانی معاشرت دونوں کو کوئی معقول طریقے نصیب نہیں تھے۔ معاشرہ اور معاشرت دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے لیکن دونوں الگ الگ چیزیں ہیں اور دونوں ایک بھی ہیں۔ معاشرے سے مراد ہوتی ہیں معاشرے کی اقدار VALUES عقائد نظریات کیفیات محسوسات و نتائج اور معاشرت ہوتی ہے دنیا میں رہنے سہنے کے لئے چیزوں کو برتنے کا انداز کھانا پینا لباس پہننا بیاہ شادی کی رسومات لین دین کے طریقے یہ سارے معاشرت میں آتے ہیں۔

میرے پاس ایک خط آیا ایک عزیز کا جس میں سوال یہ تھا کہ سائنس دین سے الگ کوئی چیز ہے اسے چھیڑا نہ جائے یا اسلام اور سائنس ایک چیز کے دو نام ہیں اور مسلمان کو سائنسی تحقیقات میں حصہ لینا چاہئے ان کی خواہش ہے کہ اس کا جواب المرشد میں آ جائے تو زیادہ لوگوں کو فائدہ ہو۔ تو میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جب اسلام کا ظہور ہوا تو یہ موجودہ دنیا جو تاریخ انسانی ہمارے پاس موجود ہے اس میں سائنسی ایجادات اور سائنسی تحقیقات کی بنیاد بھی اسلام نے آکر رکھی جس طرح اسلام نے عقائد و نظریات کفر و شرک کے مقابلے میں پیش فرمائے اسی طرح چیزوں کے مل کر ان سے تیسری چیز کا بننا پہیے کا تصور بحری سفر میں نئی نئی ایجادیں بری جنگوں میں نئی نئی ایجادیں زمانہ امن کی نئی نئی ایجادیں انداز حکمرانی کے نئے نئے طریق یہ سارا سٹرکچر معاشی بھی اور معاشرتی بھی سب سے پہلے اسلام نے دیا۔ پہیے کے موجد مسلمان ہیں بارود کے موجد مسلمان ہیں گھڑی اور ان آلات کے موجد مسلمان ہیں اور ان کے بنیادی اصول مسلمان سائنس دانوں نے وضع فرمائے اور قرآن نے ان کی رہنمائی فرمائی اس طرف۔ آج اگر سورج اور چاند کی شعاعوں اور کرنوں پر اور ان کے فاصلے پر ستاروں کی رفتار پر ماڈرن سائنس تحقیق کر رہی ہے تو اسلام نے اپنے ظہور کے وقت ان چیزوں کی نشان دہی کی۔ اور مسلمانوں نے ان نعمتوں کا شکر اس طرح سے ادا کیا کہ ان سب چیزوں کو استعمال کیا گیا اور ان پر نئی نئی

ایجادات کی بنیاد رکھی گئی حتی کہ سورج اور سائے کے فاصلوں سے گھڑیاں ایجاد کیں مسلمانوں نے سورج چاند اور ستاروں کی رفتار سے بین ابراعظمی راستے متعین کر دیئے اور اتنا عام کر دیئے کہ ایک عام ملاح سمندر میں ان راستوں سے واقف ہوتا تھا ستارے دیکھ کر اپنا راستہ بنا لیتا تھا ایک عام بدوی صحرائی صحرا میں اور بیابان میں ان ستاروں اور ان کی گردش اور ان کی روش سے اپنا راستہ ڈھونڈ لیا کرتا تھا اس قدر انہوں نے ان فنون کو عام کر دیا تھا۔

اور جب مسلمان اس موضوع میں ترقی کر رہے تھے اس وقت یورپی اقوام کو نہ معاشرت کی تمیز تھی اور نہ نظریات و عقائد کی بلکہ انہیں THE CAVE MAN مورخ لکھتا ہے یہ غاروں میں رہتے تھے انہیں مکان تک بنانا نہیں آتا تھا۔ قرآن حکیم نے اس موضوع پر ارشاد فرمایا ہے

هُوَ الَّذِىٓ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمۡ وہ ایسا قادر ہے کہ پانی کو جو ایک مائع ہے اپنا وزن رکھتا ہے۔ زمین پر بہتا رہتا ہے وہ اسے اڑا کر آسمان کی بلندیوں پر ہواؤں کے دوش پر لے جاتا ہے یہ ایک کمال قدرت ہے ایک ایسا نظام SET کیا کہ پانی جو دریاؤں میں سمندروں میں مائع کی صورت میں اپنا وزن رکھتا ہے اپنا وجود رکھتا ہے پانی میں سے گزرنے کے لئے آپ کو اسے چیر کر جانا پڑتا ہے پانی کے زیادہ نیچے چیز چلی جائے تو اس کا بوجھ ہے وہ اوپر نہیں آنے دیتا۔ پانی کے اوپر ہلکی چیز ہو اسے نیچے نہیں جانے دیتا اس کی اپنی ایک سطح ہے اس کی اپنی خصوصیات ہیں فرمایا لیکن اللہ ایسا قادر ہے کہ اسی پانی کو اٹھا کر پوری ہوا میں پوری فضا میں پھیلا دیتا ہے نہ وہ کسی کو ٹھوس نظر آتا ہے نہ مائع نظر آتا ہے دھوئیں کا دھواں بن جاتا ہے اور پھر اس دھوئیں سے اسے پانی میں تبدیل کر دیتا ہے یعنی دعوت فکر دی ہے اپنی عظمت کی اور یہ ساری سائنس ہے یہی تو سائنس ہے کہ کیسے بادل بنتا ہے اس میں کیا کیا عمل ہے پانی سے کیا کیا گیسز بن کر ہوا میں چلی جاتی ہیں اور بادل بن جاتا ہے وہی گیسز پھر کس عمل سے واپس پانی بن جاتی ہیں اس زمانے میں کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ پانی بادل بن جاتا ہے اور بادل پانی بن جاتا ہے۔ جب قرآن نے اس پر بات کی کہ اللہ کی قدرت کا تماشہ دیکھو اس نے تمازت اور گیسز کا ایسا آمیزہ بنا دیا کہ پانی زمین سے اڑ کر آسمان کی بلندیوں پہ پہنچ جاتا ہے اور جب چاہتا ہے ان بلندیوں سے پانی بنا کر برسا دیتا ہے پھر مزے کی بات یہ ہے۔

مِنۡهُ شَرَابٌ تمہاری ساری پینے کی ضرورتیں وہی پوری کرتا ہے کسی طرح کا کوئی لیکوڈ تم پینا چاہو وہ پھلوں کا رس ہو وہ کسی درخت کا رس ہو وہ کسی چیز کا جوس ہو وہ سادہ پانی ہو یا کوئی مشروب اس کی اساس وہی پانی ہے جو بادل برساتا ہے کہیں وہ پھل کے رس میں تبدیل ہوا یا کہیں کسی چیز کے جوس میں بنایا تو آپ نے سادہ پانی پی لیا تو وہی پانی ہے لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ وہی پانی جو ہے اسی سے درخت بنتے ہیں سبزہ بنتا ہے پھل بنتے ہیں پھول بنتے ہیں وہی پانی اپنے ساتھ مختلف اجزاء شامل کر کے ٹھوس صورت اختیار کر کے کہیں پتے کی شکل اختیار کر لیتا ہے کہیں پھول کی کہیں پھل کی کہیں درخت کی اور بڑے بڑے تنے بن جاتے ہیں تو ان سب میں سے ایک عنصر صرف پانی اگر نکال دو تو باقی وہ سارا پھوگ رہ جاتا ہے کچھ بھی نہیں بچتا۔ یعنی وہی ایک عنصر پانی جو ایک ہی بادل سے برسا ایک ہی آسمان سے ایک ہی زمین پر برسا اس سے آپ پینے کی کتنی چیزیں بناتے ہیں ایک بناتے ہیں۔ ذرا وہ شمار کرو اور اس میں سے ایک گھاس کے تنکے سے لے کر بڑے سے بڑے درخت تک نباتات کتنی پھوٹتی ہیں جس کی اصل وہی پانی ہے۔ اس کے رنگ کتنے ہیں اس کے ذائقے کتنے ہیں اور ان کے اثرات کتنے مختلف ہیں اس میں کیا ہوتا ہے اسی عمل کو سمجھنا جو ہے یہ سائنس ہے اور اس کا حاصل کیا ہے کہ اس سارے عمل اس سارے SET UP کو بنانے والا اور اسے ایسا مضبوط بنیادوں پہ بنانے والا کہ ایک انسان نہیں جانتا کہ کب سے چل رہا ہے اور کب تک چلتا رہے گا۔ کہیں اس

میں کوئی خرابی نہیں آتی یہ چلانے والا جو ہے وہ اس قابل ہے کہ اسے معبود برحق سمجھا جائے یعنی ساری سائنس کا حاصل بھی یہی ہے کہ سائنس خصوصیات سے، چیزوں کے کیفیات سے، ان کے وجود سے کہ یہ چیز کیا ہے کیسے بنتی ہے اس سے بحث کرتی ہے لیکن جب ساری بحث کا ماحاصل پوچھا جائے کون بتاتا ہے تو پھر اللہ کی ذات کے سوا کوئی دوسرا نہیں بنتا اس طرح فرمایا یُنۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ کتنے پھل اس پانی سے پکتے ہیں ہر پھل کے رس میں وہی بنیادی جزو ہے وہی پانی لیکن ہر ایک کا ٹیسٹ الگ ذائقہ الگ رنگ الگ اثرات الگ نتائج انسانی بدن پہ جو مرتب ہوتے ہیں وہ الگ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○ جس قوم کو اللہ شعور دے اور اسے سوچنے کی صلاحیت دے اور سمجھنے کی صلاحیت اور وہ یہ سمجھنا چاہے تو اللہ کی عظمت کے بے شمار دلائل ہیں آپ ایک کیلے کے پھل کو لے لیں کہ مختلف قسم کے پتوں میں سے ایک کڑوے پانی سے بھرے ہوئے تنے میں سے ایک محض چھچھے سے پتے پر اللہ کریم کتنا خوبصورت فروٹ کتنے خوبصورت پیکٹ میں بند کرکے ایک پیکٹ بنا دیتا ہے۔ وہی پانی ہے وہی مٹی ہے وہی اثرات ہیں کس نے وہ سارا نظام ترتیب دے دیا کہ ہر چیز بنتی چلی جارہی ہے اور اربوں کھربوں کی تعداد میں ہر لمحے بنتی جا رہی ہے ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی۔ اسی طرح انگور کو دیکھ لیں کہ ایک ایک خوشے میں ایک ایک بوتل جوس کی سمو دی کس طرح کا اس پر غلاف چڑھایا کیسے اس کے پیکٹ بنائے کتنے چھوٹے چھوٹے اس کی وہ ٹیبلٹس بنائیں جو اندر سے

جوس سے بھری ہوئی ہیں اور وہی پانی اس کا مین جزو ہے وہی ایک پانی اس میں سے نفی کر دیں باقی پھوگ رہ جائے گا۔ اِس کا اثر اپنا ہے اُس کا اثر اُس کا رنگ اپنا اِس کا رنگ اپنا اِس کا مزا جدا اس کا مزا جدا۔ فرمایا اگر کسی کو فکر کرنے سوچنے اور سمجھنے کی توفیق ہو تو اس کے لئے بہت بڑے دلائل ہیں۔

پھر یہی نہیں اس نے نظام کائنات کا پورا ایک ایسا نظام ترتیب دے دیا کہ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اس نے مجبور کر دیا رات کو بھی اور دن کو بھی کہ اپنی ایک خاص روش پر ہمیشہ چلتے رہیں اور اتنا انہیں پابند کر دیا ہے کہ آج کی ایجادات کے حوالے سے آج کے کمپیوٹر میں آپ چاہیں ہزار سال پہلے یا دس ہزار سال بعد میں آنے والے دن اور رات کے اوقات کا اندازہ کر سکتے ہیں اور وہ اسی وقت آئیں گے آپ آج جمع تفریق کریں تو آج سے دس ہزار سال پہلے سورج کتنے بجے طلوع ہوا تھا مہینے کا کون سا دن تھا سال کا کون سا مہینہ تھا رات کتنے بجے آئی تھی آج کلکولیٹ ہو سکتا ہے اور آج سے دس بیس ہزار پچاس ہزار سال بعد کب ہو گی آج سارا وہ کلکولیٹ ہو سکتا ہے یعنی بنانے والے نے اس کو اس قدر مجبور اور بے بس اور ایک خاص روش پہ چلا دیا ہے کہ آپ صدیوں تک کے اندازے لگا لیتے ہیں کہ یہ مجبور ہے یہ سورج اتنے بجے طلوع ہو گا یہ لیٹ نہیں ہو سکتا اسے اتنے بجے ڈوبنا پڑے گا۔ کسی نے اسے مجبور کر دیا ہے کہ وہ اس دن اتنے ہی بجے اتنے ہی درجے پر اسی زاویے پر طلوع ہو۔ اسی جگہ غروب ہو فرمایا یہ سورج کو کس نے مجبور کر دیا تمہارے قابو تو ابھی تک اس کی روشنی بھی نہیں آتی یعنی انسان تو پوری طرح سے اس کی شعاعوں کو UTILIZED نہیں کر پایا اس کی رفتار کو کب کنٹرول کرے گا۔ چاند کی ساری خصوصیات تو تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں کہ کیا کیا ہیں تو کس نے اسے مجبور کر دیا کہ ایک اتنا مستقل نظام دے دیا یہی سائنس ہے

کہ کیا چیز کیا ہے کس طرح سے ہوتی ہے یہ سائنس ہے اور کون کرتا ہے یہ دین ہے یعنی یہی سائنس جب اندازہ کرتی ہے کہ سورج سال بھر اتنے بجے طلوع ہو گا۔ کل اتنے بجے غروب ہو گا۔ ہر روز اس کے لئے ایک نیا وقت ہے اور اسی وقت پہ آتا ہے اس وقت پر اسے کس نے مجبور کر دیا کیوں وہ اس سے تاخیر نہیں کرتا کیوں اس سے پہلے طلوع نہیں ہو جاتا۔

یہی بات سیدنا ابراھیم علیہ السلام نے نمرود سے کہی تھی فرمایا

فَاِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ اللہ نے سورج کو مشرق سے طلوع کر کے اس پر ایک پورے نظام حیات کا انحصار رکھ دیا ہے ایک تنکے کے پھوٹنے سے لے کر ایک کیڑی کے انڈے کو بھی دھوپ کی ضرورت ہے اس سے لے کر بڑے سے بڑے وجود تک ہاتھی گینڈے تک بھی دس دن دھوپ نہ نکلے تو ہر چیز مرنے لگتی ہے ہر چیز کو اپنی بقا کے لئے بھی سورج کے آنے جانے کی ضرورت ہے نظام کو چلنے کے لئے بادلوں کو بننے کے لئے کائنات کو رواں دواں رہنے کے لئے سورج ہی اس کا ایندھن ہے ہر چیز کو توانائی یہی دے رہا ہے۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اگر تو کہتا ہے کہ میں بھی خدا ہوں تو

فَاْتِ بِھَا مِنَ الْمَغْرِبِ تو سورج کو مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع کرنے کا حکم دے دے اور یہ سارا نظام کائنات الٹ جائے گا پتہ چلے گا کہ اللہ کے مقابلے میں کوئی دوسرا بھی اتنی ہی ہستی کا اتنی ہی طاقت کا اسی ہی شان کا کوئی دوسرا بھی ہے کہ جو نظام اللہ نے ایک ترتیب سے بنایا اس نے اس سارے نظام کو الٹ دیا تو صرف سورج نہ الٹا بلکہ کائنات کا سارا نظام الٹ دیا جاتا جہاں دن ہوتا وہاں رات ہوتی جہاں گرمی ہوتی وہاں سردی ہوتی اسی طرح ساری چیزیں جو ہیں وہ الٹ جاتیں سارے ٹائمنگ الٹ جاتے بارشوں کے موسموں کے سردیوں گرمیوں میں تو فرمایا تم اس نظام کو ریورس آرڈر پہ چلا دو پتہ تو چلے کہ جس حیثیت کا وہ ہے اللہ جس نے یہ نظام بنایا ویسے ہی خدا تم بھی ہو کہ تم نے اس سارے کو ریورس آرڈر میں چلا دیا۔

تو قرآن کہتا ہے کہ کافر کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ یہ کیسے کرے یہ تو ممکن نہیں فرمایا اگر ممکن نہیں ہے تو پھر تم مخلوق ہو عاجز ہو بے بس ہو اور وہ قادر ہے وہی بات یہاں فرمائی فرمایا **سَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ** مجبور اور بے بس کر دیا ہے رات اور دن کو تمہاری خاطر کہ تم صدیوں کے اندازے لگا لو سورج اتنے بجے طلوع ہو گا اتنے بجے غروب ہو گا۔ اس ڈگری اس زاویے پہ ہو گا۔ والشمس والقمر رات دن سورج چاند ہر چیز کو باونڈ کر دیا **وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِہٖ** اور ستارے اس کے حکم کے باندھے ہوئے ہیں اتنے باندھے ہوئے ہیں کہ تم ان کی جگہ متعین کر کے صدیوں راستہ تلاش کرتے رہتے ہو اس کا مطلب ہے کہ ہر روز وہ ستارہ وہیں ہو گا۔ اور اس کی اسی سمت پہ راستہ ہو گا۔ کس نے اسے وہاں مجبور کر دیا جوئے فضائی میں کس نے اسے وہاں ٹھہرا دیا

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ اگر کسی قوم کے پاس عقل سلامت ہو تو اسے یہ سارے دلائل اللہ کی عظمت کی طرف لے کر جاتے ہیں اچھا فرمایا یہ دیکھ لو

وَمَا ذَرَاَ لَکُمْ فِی الْاَرْضِ تمہارے لئے زمین میں اس نے کتنی قسم کی زراعت کتنی قسم کی اگنے والی چیزیں پیدا کیں **مُخْتَلِفًا اَلْوَانُہٗ** ہر چیز کا رنگ ذائقہ اس کی خصوصیت الگ ہے لیکن کسی چیز کے لئے نہ الگ زمین بنانی پڑی اسے نہ الگ سورج نکالنا پڑا نہ الگ پانی دینا پڑا وہی ایک رنگ کا بے رنگ و بے کیف پانی ہے وہی ایک دھوپ ہے وہی ایک ہوا ہے وہی ایک زمین کا فرش ہے لیکن تم گن نہیں سکتے کہ اس ایک میں کس قدر اس نے مختلف امیزے اپنی قدرت کاملہ سے تیار کر کے کتنی چیزیں بنا دیں۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوْمٍ یَّذَّکَّرُوْنَ فرمایا ان تمام چیزوں میں بڑے دلائل ہیں لیکن ان لوگوں کے لئے جو اللہ کو یاد بھی کرتے ہیں اللہ جل شانہ کی عظمت جن کے دلوں کو گرماتی بھی ہے جن کے دماغوں میں صرف چیزیں نہیں صرف رات اور دن نہیں صرف مال اور دولت نہیں بلکہ اس سارے نظام اور اس کے بننے اور ان کے حصول کو قائم رکھنے والا کون ہے جن کی فکر وہاں تک جاتی ہے جو یہ سوچنے کا تکلف کرتے ہیں کہ جس دولت کے لیے میں بھاگ رہا ہوں جس ملک پر میں حکومت کرنا چاہتا ہوں جس شہر میں میں عزت ڈھونڈ رہا ہوں جہاں مجھے وقار کی ضرورت ہے

اس سارے شہر کو اس ملک کو اس نظام کو ان کی عزت کرنے والے لوگوں کو اس عزت کرنے والے سسٹم کو اس اچھائی اور برائی کے معیار کو اس سب کو بنایا کس نے ہے اور اگر وہ اس سے بے بہرہ ہے اگر وہ اس سے واقف نہیں ہے تو فرمایا اس میں نہ عقل ہے نہ شعور ہے اور نہ یاد الٰہی اس کے دل میں ہے اس کے پاس عقل ہوتی فکر ہوتی اس میں سوچنے کا مادہ ہوتا۔ تو ان باتوں کو سمجھتا۔

عقل ہوتی ہے تین چیزیں یہاں قرآن نے استعمال فرمائی ہیں۔ لقوم یعقلون۔ لقوم یتفکرون۔ لقوم یتذکرون۔ تفکر سائنس ہے ایجادات میں تفکر۔ اللہ کی ذات میں تفکر دین ہے۔ اور مخلوقات میں تفکر یہی سائنس ہے کہ کون سی چیز کیسے بنتی ہے فرمایا جس قوم میں تفکر ہے ہماری مصیبت یہ ہے کہ آدمی جتنا بے کار ہو جائے اسے زیادہ نیک سمجھتے ہیں کہ فلاں بہت بڑا بزرگ ہے اسے تو یہ بھی نہیں پتہ کہ کھانا کس وقت کھانا ہے۔ اسے تو لباس پہننے کا بھی ہوش نہیں۔ وہ بہت بڑا ولی اللہ ہے۔ حالانکہ مومن سب سے زیادہ زیرک، سب سے زیادہ اللہ اور اللہ کی مخلوقات کو سمجھنے والا ہوتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم پیدا فرمائی وہ دنیا کی مانی ہوئی دانشور قوم، مانی ہوئی سیاسی میدان میں بھی، فوجی میدان میں بھی اور کاروباری میدان میں بھی انتظامی امور میں بھی اخلاقیات میں بھی دنیا کے کسی شعبے میں آج تک اسی قوم کے نقوش کف پا پہ لوگ چلتے ہیں جو حکومت کا نظام صحابہ کرام نے بنایا تھا آج تک اس پر کوئی اضافہ نہیں کر سکا۔ یہ جو آج آپ سمجھتے ہیں نا فلاں جگہ کمیونزم ہے فلاں جگہ جمہوریت ہے فلاں جگہ شہنشاہیت ہے یہ کمیونزم جمہوریت یا شہنشاہیت اقتدار حاصل کرنے کے طریقے ہیں جس کے پاس اقتدار ہے وہ ملک کو کنٹرول کیسے کرتا ہے اور اس سسٹم کو کیسے چلاتا ہے یہ سسٹم سارے ملکوں میں آج بھی وہی ہے جو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ترتیب دیا تھا۔ اور تب سے اب تک اس پر کسی نے اضافہ نہیں کیا وہ نظام یہ تھا کہ حاکم کا یا حکومت کا کام ہے کہ اس کے زیر نگیں جتنی زمین ہے اس کی پیمائش ہو اس کے صوبے ضلع تحصیلیں بنائی جائیں اس میں ایک عدلیہ کا شعبہ ہو اس میں ایک پولیس کا شعبہ ہو اس میں الگ سے فوج ہو زمین پر مالیہ لیا جائے غریبوں کے رہنے کے لئے اس پہ انتظامات کئے جائیں اسی طرح فوج کی چھاؤنیاں بنائی جائیں یہ پورا نظام خلفائے راشدین نے پہلی دفعہ دیا تھا۔ ظہور اسلام سے پہلے پوری دنیا میں یہ نظام کہیں نہیں تھا۔ پوری دنیا کا نظام حکومت یہ تھا۔

کہ ایک بادشاہ ہوتا تھا اس کے گرد جو لوگ ہیں ان کا کام ہے کہ بادشاہ کو راضی رکھیں اس کی حکم عدولی نہ کریں آگے گورنر مقرر کر دیتا تھا اور گورنر کے پاس جو صوبہ ہوتا تھا اس میں اس صوبے کی ذمہ داری یہ تھی کہ گورنر ناراض نہ ہو جو گورنر کہہ دے وہی قانون ہے وہی انصاف ہے گورنر نے آگے علاقوں میں جو امیر مقرر کئے ہوتے تھے اس سے نیچے اس امیر کی حکومت اس کا کہا قانون ہوتا تھا کہ کس کو بری کرتا ہے کس کو قتل کرتا ہے کس کو قید کرتا ہے کس کو چھوڑتا ہے یہ نظام کہ ایک عام آدمی کی قسمت کا فیصلہ جو ہے وہ اعلیٰ سطح تک پوری حکومت کے علم میں ہو اور پورا نظام اس پر متوجہ ہو اور اگر وہ چاہے تو آخری بندے تک ہلا سکے یہ خلفائے راشدین نے پہلی دفعہ اور اسلام نے پہلی دفعہ دنیا کو دیا۔

مزا تو جب تھا کہ کوئی جمہوریت کا قائد کوئی کمیونزم کا قائد یا شہنشاہیت کا قائد اس کے مقابلے میں کوئی نیا نظام پیش کرتا نہ آج تک کوئی کر سکا نہ آئندہ اس سے بہتر کوئی کر سکے گا۔ ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہم میں سے جو دین اپناتے ہیں وہ کثرت عبادت کو دین سمجھ لیتے ہیں اور عملی زندگی سے خود کو الگ کر لینا کمال سمجھ لیتے ہیں حالانکہ یہ کمال عیسائیت میں تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تھا اسلام نے عبادت کو عمل کے ساتھ ایمان کو عمل صالح کے ساتھ مقید کر دیا عبادت کی جاتی ہے اللہ سے قوت حاصل کرنے کے لئے اللہ کی رحمت حاصل کرنے کے لئے

اللہ سے برکات حاصل کرنے کے لئے اپنا تعلق رب العلمین سے قائم رکھنے کے لئے ان برکات کا استعمال میدان میں ہوتا ہے۔ جہاں آپ لوگوں سے معاملات کرتے ہیں لین دین کرتے ہیں کس کے لئے انسانیت کے لئے آپ کتنے مفید ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کی بہتری کے لئے آپ کیا کام کر رہے ہیں کفر کے مقابلے کے لئے آپ کی کتنی قربانیاں ہیں یہ ساری عملی زندگی اسلام ہے۔ اور عبادت کا حاصل بھی یہ ہے کہ بندہ عبادت کر کے وہ قوت حاصل کرے کہ دنیا میں بدی کی طاقتوں کے مقابلے میں وہ کھڑا ہو سکے۔

قرآن حکیم نے سائنس کی ساری بنیاد زیر بحث لائی اور مسلمانوں نے انسانیت کو سائنسی اصولوں سے روشناس کرایا لیکن ہماری آج کی بدقسمتی یہ ہے کہ اگر کوئی سائنس پڑھتا ہے اور سائنسی ایجادات سے واقف ہوتا ہے تو وہ دین سے دور ہو جاتا ہے وہ بھی اور اس کی ساری محنت بھی کافروں کی خدمت پہ لگتی ہے آج بھی دنیا میں سب سے چوٹی کے سائنس دان مسلمان ہیں اور امریکہ میں سب سے چوٹی کی سائنسی ایجادات جو ہیں ان میں کام کرنے والے لوگ مسلمان ہیں لیکن مسلمان وہ نام سے ہیں مسلمانوں کی اولاد ہیں اور مردم شماری میں مسلمان ہیں عملی زندگی میں اللہ سے دور اللہ کی یاد سے بیگانہ کھانے پینے میں حرام ' لباس کافروں والا' رہائش کافروں والی مرنا جینا انہی کے ساتھ ہے خدمت انہی کی کر رہے ہیں اولاد مسلمانوں کی ہے محنت وہ کرتے ہیں پھل کفر اور کافر کھاتا ہے اور اسی کے نتیجے میں پوری مسلمان قوم جو ہے وہ کافروں کے نیچے پستی ہے۔

میں ایک دفعہ امریکہ گیا اس مڈل ایسٹ وار کے بعد تو مجھے ایسے لوگ ملے جو اپنے ہاتھ کاٹتے تھے کہ یہ سارے آٹو میٹک سسٹم جو ان ہوائی جہازوں میں ہیں اور جنھوں نے مسلمانوں کو تباہ کر دیا یہ سارے ہمارے ہاتھوں سے فٹ ہوئے ہیں ہم نے فٹ کئے ہیں ہمیں کیا خبر تھی کہ یہ ہم اپنوں ہی کو مارنے کے لئے کر رہے ہیں میں نے کہا تم نہ بھی چاہتے تو بھی تم نے کرنا تھا اس لئے کہ اسلام سے تم لوگ بیگانہ ہو صرف قومی مسلمان ہو تمہارے گلے پڑ گئی مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے اسلام کو سمجھنے کی کوشش کی نہ سمجھا اللہ کی یاد سے بیگانہ ہو گئے اللہ کی عبادت سے بیگانہ ہو گئے آخرت کا تصور تک کھو گیا تم صرف یہ سمجھتے ہو کہ جو مر جائے اسے ضرورت ہے اس کے لئے قرآن پڑھو اس کے لئے دعا کرو اس کے لئے ختم دلواؤ اس کے لئے دیگیں پکاؤ جو زندہ ہیں اور تڑپ رہے ہیں ان کا حال پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تو دو طبقے بن گئے ہم میں ایک نے مسجد کو سنبھال لیا دوسرے کوئی چیز ایجاد کرتے تو انسان کی بہتری کے لئے ہوتی ہم نے یہ میدان چھوڑ دیا کافر نے اپنا لیا اس نے سائنسی ایجادات سے برائی کفر فسق و فجور اور بے حیائی کو پھیلانے کا کام لیا اور ہم فتوے لگانے پر آ گئے اب فتوے لگانے سے وہ نظام تو نہیں رک جائے گا۔ جو پوری دنیا پہ چھایا ہوا ہے آج بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ مسلمان بچوں کو بہترین اور جدید سائنس کے ساتھ قرآن حکیم اور اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پڑھائے جائیں آج کے مسلمان کو بھی ضرورت ہے کہ عملی زندگی میں وہ موجودہ جدید زندگی کو سمجھے پڑھے جدید سہولتوں جدید ایجادات کو سمجھے اور اللہ کی ان نعمتوں کو انسان کی بہتری پر اور اللہ کی عظمت کے اظہار پر خرچ کرے اور اس میں یہ ایہ کریمہ کافی دور تک اس پر بحث کرتی چلی جاتی ہے فرمایا

هُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَا كُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وہ ایسا قادر ہے اس نے پانی میں ایک ایسی حیات پیدا کر دی کہ طبی نکتہ نظر سے بھی سب سے بہترین سب سے مفید اور سب سے بے ضرر گوشت تمہیں سمندر سے مل جاتا ہے **لَحْمًا طَرِيًّا** تازہ اور بے ضرر اور بڑی عجیب بات ہے کہ سمندری گوشت جو ہے اس میں اللہ کریم نے عجیب خصوصیات رکھی ہیں زیادہ سردی ہے تو بھی سمندری گوشت کھاؤ وہ گرم ہو گا زیادہ گرمی ہے تو بھی مچھلی ابال کر کھاؤ وہ ٹھنڈی ہو گی۔ بیمار ہے جسے کسی قسم کا گوشت کھانے کی

اجازت نہیں اسے مچھلی کھانے سے ڈاکٹر نہیں روکے گا۔ اور صحت مند ہے تو اس کے لئے بھی لذیذ گوشت مہیا کرے گی۔ فرمایا یہ کس نے بنا دیا نظام پھر سمندروں کی تہہ میں تمہارے لئے خزانے اور جواہرات بارش کا ایک قطرہ برستا ہے سمندر کی سیپ اسے لے کر انمول موتی بنا دیتی ہے وہی بارش جو مائع تھی مائع سے گیس بن گئی گیس سے پھر مائع بنی مائع بن کر پھر ٹھوس اجسام میں منتقل ہو گئی ایک قطرہ ایک سیپ کے منہ میں ڈال کر اس نے اتنا قیمتی موتی بنا دیا کہ لاکھوں روپے خرچ کر کے اس ایک ایک موتی کو پہننا انسان اپنے لئے باعث فکر سمجھتا ہے اس ایک موتی پہ تم دیوانہ ہو گئے اس سارے بنانے والے نظام کو جس نے ترتیب دیا ہے اسے کیوں بھول گئے موتی کی قیمت تمہارے پاس ہے اس پر لاکھوں خرچ کرتے ہو اسے پہن کر فخر کرتے ہو

حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا پہن کر فخر کرتے ہو اور وہ دوسروں پر رعب جماتے ہو یہ کیوں بھول گئے کہ ایک قطرے کو موتی کس نے بنا دیا یہ ذرات کو جواہرات میں کس نے تبدیل کر دیا انہی ذرات کو سونا اور چاندی کس نے بنا دیا۔

وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ پانی پر پوری پوری ایک شہر کو لے کر جہاز دوڑتے پھرتے ہیں اور انہوں نے جس طرح زمین پر موٹریں گاڑیاں دوڑ رہی ہیں ہوا میں جہاز دوڑے اسی طرح پانی میں پانی کے جہاز دوڑا دیئے کسی نے ملازمت کر کے مزدوری کما لی کسی نے ان پر سفر کر کے ذریعہ معاش پیدا کر لیا فرمایا یہ ساری کائنات تمہاری خدمت پہ لگا دی

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم اس عظیم پروردگار کا شکر ادا کر سکو جس نے تمہارے لئے اتنی نعمتیں بنائی ہیں

اس نے زمین پر اس اندازے سے بوجھ لاد دیئے ہیں کہ کہیں وہ ڈول ڈال کر تمہیں اوندھے منہ پھینک ہی نہ دے الٹا نہ دے اس نے اس طرح سے چھوٹے بڑے ٹیلے ٹیکرے سے لے کر بڑے بڑے پہاڑوں تک اس اندازے سے سجائے ہیں کہ ان کی وجہ سے زمین اور مضبوط ہو کر جم گئی ہے ایسا نہیں ہوا کہ ان کی وجہ سے وہ متزلزل ہو جاتی اور وہ نہ ہوتے تو ممکن ہے اس کی رفتار اس کی روش اس انداز سے نہ رہتی جس طرح مزے سے تم اس پر رہتے ہو پھر وہ ایسا قادر ہے کہ زمین کے اندر پانی کی نہریں بنا دیں چشمے بنا دیئے تمہاری ضرورت کے لئے آسمانوں سے برسانے کے بعد زمین کے اندر رگیں بنا دیں کہ کہیں سے چشمہ کہیں سے نہر کہیں سے دریا نکال دیئے۔

لعلکم تھتدون حاصل کلام یہ تھا کہ ان ساری نعمتوں کو دیکھ کر تمہیں اللہ کی طرف سے ہدایت نصیب ہو جائے تم اس کی عظمت سے آشنا ہو جاؤ اور زندگی کا مقصد محض دولت حاصل کرنا محض اقتدار حاصل کرنا محض وقار حاصل کرنا یا محض کھانا پینا عیش کرنا نہ رہے بلکہ مقصد حیات اس پروردگار کی رضا ہو جائے اور تمہیں احساس ہو جائے کہ اس دنیا میں جو فانی ہے جس رب کریم نے اتنی نعمتیں دی ہیں اس دنیا کے لئے جسے اجڑ جانا ہے تو جسے ہمیشہ رہنا ہے اس کے لئے اس کی نعمتوں کا کیا حال ہو گا اس کے انعامات کا کیا انداز ہو گا اور وہاں کی نعمت اور دولت کتنی قیمتی اور خوبصورت ہو گی فرمایا

اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ مخلوق کبھی خالق کا مقابلہ نہیں کر سکتی لوگو تم نے خالق کی اطاعت چھوڑ دی مخلوق کی رضا مندی میں تمہاری عمریں صرف ہو گئیں اس کی خوشامد اس کی رضا مندی اس کے پیچھے بھاگ رہے ہو کہ وہ نہ روٹھ جائے اور جسے راضی کرنا چاہئے تھا اس کا نام تک لینا بھول گئے اس کی بارگاہ کی حاضری تک بھول گئے اس کا سجدہ تک بھول گئے۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اگر خلوص کے ساتھ بیٹھ کر تم ساری زندگی صرف یہ اندازہ کرتے رہو کہ اللہ کی کتنی نعمتیں تم پر ہیں بحیثیت انسان تم گن لو تم گن نہیں سکتے یعنی شمار نہیں کر سکتے اور پھر فرماتا ہے دیکھو جو کچھ بھی کر چکے ہو جتنا وقت بھی ضائع کر چکے ہو جتنے دور بھی جا چکے ہو واپس آ جاؤ

إِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اسی کی بارگاہ میں آ جاؤ وہ معاف کرنے والا ہے اور وہ رحم کرنے والا ہے ایک لمحہ تمہارا چاہئے اپنی ذات کے لئے اپنے آپ کے لئے جس لمحے میں یہ فیصلہ کر سکو کہ اے اللہ تیری ساری نعمتوں کا میں شکر ادا کرتا ہوں کہ میں تیری رضا کے حصول کو اپنا مقصد حیات بناتا ہوں اچھا لباس پہنو اچھا کماؤ لیکن اس کی کائنات میں اس کے بندے بن کر رہو جس طرح کرنے کی اجازت دیتا ہے اس طرح سے کرو جہاں سے روک دیتا ہے رک جاؤ تاکہ تمہارے کرنے اور نہ کرنے سے اس کی یاد وابستہ ہو جائے یہ پتہ چلے اس بندے نے یہ کام کیوں نہیں کیا یہ کام اس نے کیوں کیا اس کے کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہے تمہارے اٹھنے بیٹھنے مرنے جینے کے ساتھ اس کی یاد وابستہ ہو جائے اور اگر یہ نہ کر سکے تو پھر دنیا میں کچھ نہ کر سکے تو یہی سائنس ہے۔

سائنس اسلام کی گواہ ہے کہ اسلام سچا مذہب ہے اور اللہ خالق برحق ہے سائنس وجود کی تحقیق کا نام ہے کہ یہ کس طرح بنتے ہیں اور ان میں کیا کیا خصوصیات ہیں کون کون سے گیسز جڑیں تو پانی بن جاتا ہے کون کون سے ذرات جڑیں تو وہ ایک سونا بن جاتا ہے کون کون سے ذرات جمع ہوں تو کوئلہ بن جاتا ہے یہ ساری تحقیق کرنا یہ سائنس ہے لیکن ان کے جڑنے کے نتائج کون پیدا کرتا ہے ان میں کس نے خصوصیات رکھیں کہ یہ جب جمع ہوتے ہیں تو نتیجہ یہ ہوتا ہے یہ دین ہے تو یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں سائنس خالق کی عظمت کی طرف لے کر جاتی ہے اور مومن کا ورثہ ہے سائنس۔ مسلمان کو چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ سائنسی تحقیقات میں کمال حاصل کرے اور اپنے سارے کمالات اللہ کی رضا کے حصول پر صرف کرے۔

INTERNATIONAL AL-AROOJ

ویزہ پراسیسنگ کروانے کیلئے ہماری خدمات حاصلکریں،

العروج انٹرنیشنل اوورسیز ایمپلائمنٹ پروموٹرز

لائسنس نمبر LHR : ۱۵۵۹

اکال والا روڈ ۰ ٹوبہ ٹیک سنگھ (پاکستان)

مینیجنگ ڈائریکٹر: حفیظ الرحمن

فون آفس: ۰۴۶۲-۲۵۲۰
۵۱۰۵۵۹
فیکس: ۵۱۰۵۵۹

جمالِ فقیر

تبصرۂ کتب

ہمارے موجودہ نصاب تعلیم، طرز تعلیم اور معاشرتی رویئے نے ہمیں اپنے مذہب و ملت سے کس حد تک روشناس کرایا ہے؟ یہ ایک الگ موضوع ہے ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ہم دو لفظوں پہ بری طرح بدکنے لگے ہیں۔ ایک "مولوی" اور دوسرا "پیر"۔ اگر مولوی یا مولانا کے نام پہ ذہن میں اونچی شلوار، لمبی داڑھی، تیکھی نظر، جبیں پہ شکنیں اور زبان میں کڑواہٹ کا خاکہ ابھرتا ہے تو پیر کے لفظ پہ بے ہنگم داڑھی، سرخ آنکھیں سبز چغہ اور گلے کی مالائیں نظروں میں گھومنے لگتی ہیں۔ یہی وجہ ہے جب ہمارے ایک عزیز نے مولانا محمد اکرم اعوان صاحب کا نام لے کر ہمیں ان کا بیان سننے کے لئے گھر آنے کی دعوت دی تو جہاں ہم لفظ 'مولانا' پہ بدکے وہاں بیان پہ بھی دم گھٹنے لگا۔ بس ایک ہی خیال ذہن میں تھا کہ "بیان" میں جو کچھ بیان کیا جائے گا وہ قبر و دوزخ و آخرت کی خوفناک منظر کشائی یا موجودہ نسل کو لعن طعن کرنے کے سوا کچھ نہ ہو گا لہٰذا عزیز کے گھر جانا تو دور کی بات اس دن اپنے گھر سے بھی غائب ہو گئے۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد ایک دوسری تقریب میں ہمیں اتفاقاً" بلکہ اخلاقاً" مولانا صاحب کا بیان سننے کے لئے جانا پڑ گیا۔ بیان شروع ہوا اور ختم ہو گیا۔ آخر میں "و آخر دعونا ---" کے الفاظ سنے تو ہم چونکے۔ "یہ بیان تو نہ تھا" دل نے کہا "یہ تو لیکچر تھا" اور عقل سوچنے لگی کہ کیاں بیان اور لیکچر دو مختلف چیزیں ہوتی ہیں؟ نہ وہ سپیکر پہ ہونے والی چیخم دھاڑ، نہ وہ گانے کے انداز میں لہک لہک کر کی جانے والی گفتگو، نہ ڈانٹ، نہ پھٹکار۔ نہیں یہ شخص مولوی نہیں ہو سکتا، ہمارے دل نے کہا یہ تو کوئی پروفیسر ہے جو کمرہ جماعت میں طلباء کو لیکچر دے رہا تھا۔

مولانا صاحب سے ہماری دوسری ملاقات ذرا مختلف نوعیت کی تھی۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ جب کبھی بھی کوئی اسلامی کتاب نظر سے گزری ہم نے تہہ دل سے اس کا احترام کیا۔ اسے ہمیشہ کتابوں کی الماری میں سب سے اوپر والے خانے میں سجایا، کبھی ہاتھ نے چھو لیا تو اٹھا کے چوما اور آنکھوں سے لگا لیا بھی مگر کھولا کبھی نہ تھا۔ نجانے کیوں؟ مگر یوں لگتا تھا جیسے جو کچھ اس میں لکھا ہو گا ہمیں معلوم ہے۔ گمان میں وہی قبر کا حساب کتاب اور بے آواز لاٹھی کا گھماؤ، تھا یا پھر نماز روزے کی تلقین۔ ایسے میں ایک کتاب ہاتھ لگی۔ نام تھا "دیار حبیب میں چند روز" نام دلچسپ لگا۔ شروع کے دو چار صفحے پڑھنے کے خیال سے شروع کی تو وہ ختم بھی ہو گئی۔ یہ میری مولانا صاحب سے دوسری ملاقات تھی --- کتابی ملاقات --- جی ہاں یہ انہیں کا سفر حج اور قیام مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کا احوال تھا۔

اب لفظ مولانا کچھ کچھ بھلا لگنے لگا اور شوق ہوا کہ

اس شخص سے جا کر باقاعدہ ملاقات کی جائے۔ گئے' تو خلاف توقع نہ کوئی خانقاہی ماحول تھا نہ اونچی مسند۔ ایک وسیع ادارہ تھا جس کے ایک طرف مسجد تھی اور دوسری طرف فروغ علم کے لئے خوبصورت اکادمی۔ مولانا صاحب شکار پہ جانے کے لئے تیار کھڑے تھے۔ ایک ہاتھ میں رائفل اور دوسرے میں پانی کا کولر اور کندھے پہ گولیوں کی پیٹی۔ سکتہ تو ہمیں اس وقت ہوا جب ہم نے انہیں ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھتے ہوئے دیکھ لیا۔ نہیں' علاقہ و نہار کا یہ قد آور اور با رعب شخص مولوی یا پیر نہیں ہو سکتا۔ دل ایک مرتبہ پھر مولوی اور پیر پہ جا اٹکا۔ تجسس سا ہوا کہ انہیں مزید پڑھا جائے اور --- یہ ہماری پہلی رقم تھی جو کسی مذہبی کتاب پہ خرچ ہوئی۔

یوں مولانا صاحب کے مختلف روپ ہمارے سامنے آئے۔ غبار راہ میں وہ ایک متجسس سیاح اور مہربان مبلغ دین کی حیثیت سے دیکھنے کو ملے تو "امیر معاویہؓ دوستوں اور دشمنوں کے نرغے میں" ہم نے ایک محقق کو دیکھا "اسرار التنزیل" نے ایک مفسر سے ملاقات کرا دی اور "راہی کرب و بلا منزل بمنزل" نے ایک تاریخ داں سے اور "اردو پنچ" میں تو ان کا رنگ ہی جدا تھا وہ مزاح نگار بنے بیٹھے تھے۔ جبکہ "ارشاد السا لکین" میں اولیاء صوفیاء کے استاد دکھائی دیئے۔ عقل حیران تھی کہ اس ہستی کو کیا کہا جائے؟ یہ مولوی ہے؟ مولانا ہے؟ شیخ سلسلہ ہے؟ مفسر ہے؟ محقق ہے؟ سیاح ہے؟ مزاح نگار ہے؟ درد دل رکھنے والا ہے؟ یا زندگی کے روشن پہلوؤں کو دیکھنے والا صاحب دل؟ جنگلوں کی گہرائیوں میں اترنے اور پہاڑوں کی چوٹیوں کو سر کرنے والا ماہر شکاری ہے؟ یا روشن قلب لئے نگر نگر گھومنے والا مبلغ دین؟ دل نے فوراً کہا یہ مسلمان ہے۔ اتنے خوبصورت' اتنے مکمل' اتنے حسین' اتنے لطیف رنگ ایک مسلمان ہی کے ہو سکتے ہیں۔ گہری نظر اور عقابی نگاہ کھلا ظرف اور گداز دل' نرم زبان اور مظبوط ارادے' چٹانوں کی سختی اور گلوں کی لطافت ایک مسلمان ہی میں اکٹھی ہو سکتی ہے۔

تب ہمیں شوق ہوا ایک مسلمان کی شاعری پڑھنے کا۔ نازک احساسات کو شعروں کی لطافت میں ڈھلتے دیکھنے کا' آنسوؤں کی چمک کو قہقہوں کے روپ میں اترتے دیکھنے کا' درد دروں کو نوک قلم سے ٹپکتے دیکھنے کا اور یہ سب پچھ ہمیں "گرد سفر" "نشان منزل" اور "متاع فقیر" میں مل گیا۔ جن میں مولانا صاحب سیماب اویسی کے روپ میں ملتے ہیں۔

"متاع فقیر" مولانا محمد اکرم اعوان کا تیسرا مجموعہ کلام ہے جس میں مولانا صاحب کی شخصیت کے تمام رنگ قوس قزح بن کر دمک رہے ہیں۔ جس میں شوخی بھی ہے' شرارت بھی' سادگی بھی ہے برجستگی بھی' پیغام حق بھی ہے اور تحریک انقلاب بھی۔

جہاں ؎

کہہ دو اک بار میں تمہارا ہوں
میں تمہارا ہوں میں تو کہتا ہوں

جیسے شعر پڑھنے کو ملتے ہیں وہاں ؎

زخم بھرنے کی امیدیں چھوڑ دو
ہم جو زندہ ہیں لگانے کے لئے

یا ؎

میری مانو زندگی بن جائے گی
تم بھی کر لو ان حسینوں سے پیار

جیسا انداز بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔

جذبہ محبت کے بارے ان کا اپنا ایک جدا اور الگ نظریہ ہے۔ ان کے نزدیک محبت زندگی کا دوسرا نام ہے اور انسان کو روئے زمین پہ اس قیمتی جذبے ہی کو پانے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ جس کے حسن بے مثال کے سامنے دنیا کی ہر رنگینی بے حقیقت ہے فرماتے ہیں ؎

ہے دنیا رنگین تو ساقی اس سے ہم کو کیا مطلب
ہم آئے ہیں اس دنیا میں پیا سے پیت لگانے کو
مردہ ہیں وہ اس دنیا میں جو دل عشق سے خالی ہیں

عشق فنا سے بالاتر ہے کر دو خبر زمانے کو

جذبہ دل کے سامنے عقل و دانش کی حیثیت کو نہایت دلکش انداز میں یوں واضح کرتے ہیں ۔

دانش مندی اچھی شے ہے پر سیماب جی بات سنو
شمع جلے تو یہ سمجھانا تم جا کر پروانے کو

اس کیف آگیں جذبے کی سیماب پائی کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں ۔

بچھڑ کے تجھ سے سبق ملا ہے کہ منزلیں تو سفر ہیں
جنہیں محبت نہیں کسی سے جہاں میں دیکھا انہیں کے گھر ہیں

جذبہ محبت کی معراج میں عاشق صادق ہجر و فراق میں بھی وصل کے رنگ دیکھنے لگتا ہے یا شاید دوئی کا تصور ہی مٹ جاتا ہے۔ مولانا صاحب کی شاعری میں بھی یہی بات جا بجا دکھائی دیتی ہے ۔

نہ ملیں ہم سے بلا لیتا ہے ان کو اکثر
دل کو حاصل ہیں کمالات کئی برسوں سے

تو نہ آیا، نہ ملا، نہ سنی بات ہماری
ساتھ کٹتی ہے تیرے، رات کئی برسوں سے

تم کو دیکھا نہیں ہے مدت سے
دیکھتا ہوں میں تمہیں کو رہتا ہوں

وقت کے ساتھ ساتھ اس جذبے کی شدت میں اضافے کو نہایت حسین انداز میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

ڈھل گئی عمر ہے بالوں میں سفیدی آئی
عشق تیرا ہے کہ ہر روز جواں ہوتا ہے

اور ان کا خیال یہ بھی ہے کہ ۔

عاشقی میں کٹ گئی عمر عزیز
پر نہ سمجھے عاشقی ہوتی ہے کیا؟

معشوق کی حیثیت اپنی جگہ لیکن ان کے نزدیک عشاق کی شان بھی نرالی ہے فرماتے ہیں ۔

یہ لوگ ہیں جیتے بھی ذرا اور طرح سے
مرنے کا بھی انداز نرالا ہے، جدا ہے

ہماری اردو شاعری میں ناصح کو قسم قسم کے القابات سے نوازا گیا ہے۔ اس کی سعی کو بے سود قرار دیا جاتا ہے لیکن اس کی کوششوں کو دیوانگی کا رنگ بہت کم کسی نے دیا ہو گا۔ مولانا صاحب نہایت برجستگی اور سادگی سے فرماتے ہیں ۔

کیا کہتا ہے ناصح لوگو روکو اس دیوانے کو
ہم نکلے ہیں سر کٹوانے یہ نکلا سمجھانے کو

جدائی کا تصور ہر عاشق پہ گراں گزرتا ہے لیکن مولانا صاحب کے نزدیک جدائی کی تپش ہی سونے کو کندن بناتی ہے۔ قطرے کو گہر بننے کے لئے لہروں سے جدا ہونا پڑتا ہے۔ لکھتے ہیں ۔

صدف نے الگ کر لیا تھا وہ قطرہ
نہ ڈھلتا وگرنہ کبھی وہ گہر میں

عشق جب عشق حقیقی کے روپ میں ڈھل جائے تو اس کی جرات رندانہ کی ایک اپنی شان دیکھنے کو ملتی ہے۔ تب پیغام حق کو دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچانے کے لئے اسلام کے اس مرد مجاہد کو مدت بھی ابدی حیات دکھائی دینے لگتی ہے اور اس بیباکی کا رنگ کچھ یوں نظر آنے لگتا ہے ۔

آؤ پھر اسلام کی خاطر بدر و احد سجائیں ہم
ملک پہ نافذ دین کریں یا دنیا سے مٹ جائیں ہم

جنہیں جان دینے کا فن آ گیا ہے
ہے موت ان کی بھی زندگی کا بہانہ

آ پھر سے اٹھیں ہاتھ میں قرآن کو لے کر
سوتے میں تو سیماب کنارہ نہیں ملتا

موت فنا کا نام نہیں ہے یہ تو اک دروازہ ہے
گزریں گے سب عاشق اس سے تیری دید کے پانے کو

مولانا صاحب کے نزدیک عشق رسول ﷺ مومن کی میراث ہی نہیں حیات بھی ہے اور یہی کیفیات اگر الفاظ کا روپ

دھار لیں تو نعت کہلانے لگتی ہے لیکن یہاں نعت کہنے کے سلسلے میں مولانا صاحب کا نظریہ جداگانہ ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ۔

ڈھالنا لفظوں کو شعروں میں نعت اسے بھی کہتے ہیں
ایسی نعتیں ہندو شاعر بھی تو کہتے رہتے ہیں
نعت کا ہے ایک خاص طریقہ وہ کب سب کو آتا ہے
جان لٹانا نام پہ ان کے نعت یہی کہلاتا ہے
نعت شعروں میں نہیں کہتے فقیر
اس کی خاطر چاک سینہ چاہئے

حق گوئی و بیباکی جو کہ ایک مومن کا خاصہ ہے ان کی شاعری کا حصہ ہے فرماتے ہیں ۔

ہوں قانون اگر کافر کے مومن کو منظور نہیں
سمجھوتہ ہو ایمانوں پہ یہ کوئی دستور نہیں
کہتے ہیں کھری بات سر بزم ہمیشہ
معلوم ہے اس جرم پہ سلطان خفا ہے

یہ شعر ملاحظہ فرمائیے ۔

لپٹنا بادلوں کا چوٹیوں سے
سماں ملنے کا پھر یاد آ رہا ہے

ان کی بعض نظمیں تو بلا شبہ اردو شاعری میں ایک جدا انداز کا اضافہ کرتی دکھائی دی ہیں۔ "جہان تمنا" اور "جہان دل" اپنے انداز کی اچھوتی اور نرالی نظمیں ہیں جن میں دل کی کیفیات کا احوال نہایت سادہ' برجستہ اور دلکش انداز میں بیان کیا گیا ہے اور "سرد رتوں کا چاند" میں جو منظر نگاری انہوں نے کی ہے وہ فقط انہیں کا خاصہ ہے۔ معاشرتی رویوں' سماجی ناانصافیوں اور سیاسی لاپرواہیوں کو جس انداز میں انہوں نے بیان کیا ہے یہ بھی انہیں کا حصہ ہے۔

ہاں ایک چیز ان کی شاعری میں ضرور مشترک دکھائی دیتی ہے۔ غزل کی شیرینی ہو' نظم کا حسن ہو یا نغمے کا ترنم ہر سوچ کا دھارا ہر خیال کی رو عشق رسولؐ کے سمندر میں جا اترتی ہے اور دل بے اختیار کہہ اٹھتا ہے کہ یہ واقعی کسی مرد مسلماں کے قلم سے پھوٹ پڑنے والا لہو ہے جو کبھی قوم کے درد اور مسلمانوں کی زبوں حالی پہ دل چیر کے آ نکلا ہے اور کبھی عشق حقیقی کے سوز دروں نے اسے باہر نکل آنے پہ مجبور کر دیا ہے۔

ثمینہ افتخار اعوان

نقشبندیہ اویسیہ سے منسلک اہل حیدر آباد متوجہ ہوں

اللہ کے فضل سے ہم نے اہل حیدر آباد کے لئے ایک بڑی موزوں اور موثر جگہ پر حلقہ قائم کر دیا ہے۔ بروز ہفتہ اور بدھ بعد نماز مغرب ذکر ہوتا ہے۔ یہ مسجد کینٹ ایریا میں SSP آفس کے بالمقابل جاموٹ ہاؤس کے اندر واقع ہے۔

حیدر آباد کے ساتھیوں سے پر زور درخواست ہے کہ ذکر میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں باقاعدگی کے ساتھ شرکت کریں تا کہ حیدر آباد کے شہری بھی اس برکت سے فیض یاب ہوں۔

سید فضل ہاشمی
فلیٹ نمبر ا پریم پارک
ٹھنڈی سڑک' نزد گلی سنٹر
حیدر آباد

دعائے مغفرت

علیم الدین (اسلام آباد) کے والد اور والدہ رضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں سب احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

نوٹ:- آئندہ المرشد کا سالانہ چندہ -/۱۴۰ روپے کی بجائے -/۱۵۰ روپے بھیجیں۔

حضرت المکرم مدظلہ العالی

سستا سودا

عالم انسانیت میں مذہب اور عقیدہ کسی غیبی طاقت سے تعلق جو بندے کی مدد کر سکے اس کی بات سن سکے دکھوں کا مداوا کر سکے اس کے لئے اس کی ضروریات کی تکمیل میں مدد کرے تخلیقی طور پر یہ ایک CONCEPT ہے انسانی وجود میں ہر بندہ یہ چاہتا ہے۔ دراصل یہ جو تصور تخلیقی طور پر ہے یہ ہے طلب الٰہی کے لئے۔ اللہ جل شانہ نے انسان کے تحت الشعور میں جہاں وہ خود بھی نہیں جانتا وہاں یہ خواہش رکھ دی ہے کہ کوئی ایسی ہستی ہونی چاہیے جس کے ساتھ میرا رشتہ ہو میرا تعلق ہو جو میری نگہبانی کرے میری ضروریات کی تکمیل کے اسباب فراہم کرے جو میرے لیے بہت مہربان بہت شفیق ہو میرے حالات سے ہر لحہ واقف ہو۔ انسان جب گمراہ ہوتا ہے تو وہاں کوئی اپنے وہم کے مطابق اپنے تخیل کے مطابق یا کسی کے بہکاوے میں آ کر کسی دوسرے کو اس جگہ فٹ کر لیتا ہے کسی دیوی دیوتا کو کرے کسی جن کو کرے بہرحال وہ وہاں خانہ پری کرتا ہے ر عجیب بات یہ کہ جو شخص دنیا میں جس چیز کے ساتھ تعلق ہوجاتا ہے وہ دوسروں پر اسے مسلط کرنا چاہتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ اب سب کو اس کے سامنے جھکنا چاہیے وہ دوسروں پر اسے ٹھونسنا چاہتا ہے کہ میں اگر بت پوجتا ہوں تو سب کو یہ بت پوجنا چاہیے جو نہیں پوجتاہو گردن زدنی ہے میں اگر کسی دیوی دیوتا کو مانتا ہوں تو سب کو ماننا چاہیے جو نہیں مانتا وہ اس قابل نہیں کہ اسے انسانی احترام دیا جائے۔ یا جیسے آپ ہندو ازم میں دیکھتے ہیں کہ ماننے والوں کو بھی انہوں نے ذاتوں میں تقسیم کر دیا۔ جس طرح سے برہمن مانتا ہے اس طرح سے کھشتری نہیں مان سکتا مان سکتا ہی نہیں وہ جتنا زور لگاتا رہے وہ کہیں گے کہ تیرا ایمان برہمن کے ایمان کے مقابلے میں آہی نہیں سکتا جس طرح کھشتری مانتا ہے شودر نہیں مان سکتا شودر مانتا اسی دیوی دیوتا کو اسی بت کی پوجا کرتا ہے لیکن وہ ان کے ساتھ ٹچ کر جائے تو وہ کپڑا جلا دیں گے کہ یہ شودر کے ساتھ ٹچ کر گیا اسقدر اسے حقیر اور گھٹیا سمجھا جاتا ہے۔

رب جلیل نے جہاں یہ ضرورت پیدا فرمائی اس کی تکمیل کے لئے اپنے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے اور ہر نبی علیہ السلام کو ایک قاعدہ عطا فرمایا۔ انبیاء علیہم السلام واحد مقدس جماعت ہے جو حق پر ہوتی ہے اور حق کو کسی پر ٹھونسنا نہیں ہے باقی جتنے لوگ ہوتے ہیں وہ باطل پر ہوتے ہیں اور وہ باطل کو دوسروں پر ٹھونسنا چاہتے ہیں مسلط کرنا چاہتے ہیں لیکن انبیاء علیہم السلام حق کہتے ہیں اس کی اتباع کی مکمل تصویر ہوتے ہیں جو کہتے ہیں وہ کرتے ہیں صرف تھیوری نہیں بتاتے جیسے یہاں ارشاد ہوتا ہے

یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ اے گروہ انبیاء علیہم السلام یہاں تمام رسولوں کو خطاب ہے تمام نبیوں کو خطاب ہے۔ **کُلُوا مِن**

الطیبت انسان کا سب سے بڑا مسئلہ معاش کا رہا ہے یہ ملک گیری ممالک کی تسخیر یہ قوموں کی جنگیں یہ فتوحات یہ سلطنتیں یہ تاج شاہی کی طلب ان سب کے پیچھے انسان کا پیٹ اس کی ضرورتیں اس کی معاش اگر انسان کو فکر معاش نہ ہوتا تو شاید اتنے تکلفات نہ کرتا اس فکر معاش میں اللہ نے انبیاء علیہم السلام کو فرمایا

كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ آپ پاکیزہ چیزیں کھائیے اس عالم آب و گل میں ان کی ضرورت جو فکر معاش کی ہے وہ محدود ہو گئی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ بہت سی چیزوں میں حرمت آ گئی وہ حرام ہیں ان کے لئے کوشش کی ضرورت نہیں پھر ہر چیز جو آپ حاصل کرتے ہیں اس کے حصول کے باعث اس کے حصول کے سبب اس میں حلت یا حرمت آ جاتی ہے تو اگر ہم نے حاصل تو کر لی لیکن وہ حاصل کرنے کے عمل میں چیز حرام ہو گئی جیسے ہم نے کسی کا مرغ چوری پکڑ لیا تو ہم نے وہ غذا تو حاصل کر لی لیکن حاصل کرنے کا جو طریقہ تھا اس میں وہ حرام ہو گئی تو ہمارے کام کی نہ رہی اس لئے ہمیں چوری پکڑنے کی ضرورت ہی نہ رہی۔ ایک بہت بڑا جو راستہ تھا فساد کا وہ اس طرح ختم ہو گیا کہ حصول رزق کے لئے جائز ذرائع اختیار کئے جائیں پھر جب جائز ذرائع سے رزق حاصل ہو جائے تو اسے پاکیزہ رکھا جائے اس میں کوئی ناپاک چیز ملنے نہ دی جائے یہ نہیں کہ میں اپنا حلال لایا ہوں آپ حرام لائے ہیں چلو دونوں مل کر کھائیں فرمایا نہیں کھانے کو پاکیزہ رکھو حلال رکھو اسے بھی حلال کھلا سکتے ہو لیکن اس کا حرام خود نہیں کھا سکتے دوسرے کو اپنے حلال میں حصہ دار کر سکتے ہیں دوسرے کا حرام اپنے لئے نہیں لے سکتے۔ مسئلہ ہی حل ہو گیا فرمایا۔

كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ جب آپ کی غذا پاکیزہ ہو گی یعنی حلال کے بعد حصول رزق کا ذریعہ جو ہے وہ جائز ہو گا اس کے بعد کوئی کسی دوسرے کی ناجائز لائی ہوئی چیز آپ اس میں شامل نہیں کریں گے اسے ناپاک بھی نہیں ہونے دیں گے تو نتیجہ یہ ہو گا کہ پھر گنجائش بد عملی کی ختم ہو جائے گی۔

وَاعْمَلُوْا صَالِحًا چیزیں پاکیزہ کھاؤ عمل صالح کرو پھر بد عملی کی ضرورت ہی نہیں رہتی برے کام کی چوری کی ضرورت نہیں ہے جھوٹ بولنے کی ضرورت باقی نہ رہی رشوت لینے کی ضرورت باقی نہ رہی کسی کا مال کھانے کی ضرورت جب باقی نہ رہی تو پھر جو باقی عمل بچے گا وہ ازخود ہو گا ہی صالح غیر صالح عمل کی بنیاد ہی دوسرے کے حقوق چھیننے پر ہوتی ہے۔ ہر وہ عمل جس میں کسی کی حق تلفی ہوتی ہے وہی غیر صالح قرار پاتا ہے جتنے غیر صالح عمل ہیں یا جتنی برائیاں ہیں ان میں دیکھ لیں کہیں حقوق اللہ پامال ہوتے ہیں کہیں حقوق العباد پامال ہوتے ہیں اس لئے اسے گناہ قرار دیا گیا۔ تو جب آپ کا کھانے کو جو مینو ہے وہ محدود ہو گیا تو اس کا اس مینو کی تکمیل کے لئے جو غذا چاہئے اس کے حصول کے ذرائع محدود ہو گئے کہ وہ حلال اور جائز ہوں تو گناہ کے' جرم کے' برائی کے' بے حیائی کے سارے دروازے بنیادی طور پر بند کر دیئے گئے۔ مال چھیننے کی ضرورت نہ رہی کسی کے خلاف سازش کرنے اور اس کا عہدہ چھیننے کی ضرورت باقی نہ رہی کسی کو تنگ کر کے محفوظ ہونے کی ضرورت باقی نہ رہی یہ ساری چیزیں تو پہلے سے بین ہو گئیں تو کتنا خوبصورت دو لفظوں میں ایک پوری زندگی کا لائحہ عمل اللہ کریم نے وہ بتایا جو سب نبیوں کو بتایا گیا تھا جو خصوصیات آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں وہ اپنی جگہ یہ وہ متفقہ فارمولا ہے جو تمام رسولوں کو بتایا گیا۔

كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ اپنی غذا جو ہے اپنا کھانا جو ہے وہ پاکیزہ رکھیں اور **وَاعْمَلُوْا صَالِحًا** اور عمل صالح کریں اب بہت سی چیزیں آپ کے مینو سے خارج ہو گئیں اور بہت سے کام آپ کے دائرہ اختیار سے باہر چلے گئے۔ یہ ایک بہت بڑی قربانی دینا پڑی انسان کو کہ کچھ چیزیں جو وہ چھین سکتا ہے نہ چھینے کچھ چیزیں وہ آرام سے رشوت میں لے سکتا ہے وہ نہ لے کچھ چیزیں آرام سے چھوٹا سا جھوٹ بول کر لے سکتا ہے فرضی حاضری بنا کر تنخواہ لے سکتا ہے کوئی ایسا کام جس میں کوئی تکلیف بھی نہیں کوئی مشقت بھی نہیں

اس کی وہ INCOME بھی ساری چھوٹ گئی۔ اعمال میں اپنی انا کی تسکین اپنے نفس کی خوشی اپنی دھونس اور اپنی ذات کی دوسرے پر مسلط کرنے کی خواہش وہ بھی ختم ہو گئی عمل بھی صالح کرو تو پھر انسان کو ملا کیا۔ بظاہر لفظ تو دو ہیں لیکن ان دو لفظوں نے انسان کی سوچوں سے لے کر اس کے کردار تک کو محدود کر دیا۔ اب کسی کے خلاف سوچنا بھی اس کے لئے پسندیدہ بات نہیں ہے کسی کے خلاف باتیں کرنا بھی اس کے لئے غیر پسندیدہ قرار پایا تو اس کی ساری مصروفیات محدود ہو گئیں تو اتنا کچھ دے کر اسے ملا کیا فرمایا یہ تم کس کے کہنے پر کر رہے ہو اللہ جل شانہ کے کہنے پر کر رہے ہو فرمایا

اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ جو تم کر رہے ہو وہ میری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہے وہ میں دیکھ رہا ہوں یہ سب کچھ تم میرے لئے کر رہے ہو تو اس کا مطلب ہے کہ جہاں اتنا خلا تم نے اپنی نفسانیت کا اپنی خواہشات کا اپنی انانیت کا سارا حصہ کاٹ کر جہاں اتنی جگہ بنائی فرمایا پھر وہاں میں جلوہ افروز ہوں گا تم گھاٹے میں نہ رہے کہ تمہیں اپنے نفس کی خواہشات کو محدود کرنا پڑا چھوڑنا پڑا لیکن وہ جگہ خالی نہ رہی وہ جگہ تجلیات باری سے قرب باری سے وصال الٰہی سے کمال انسانیت سے پر ہو گئی۔ اب یہ فلسفہ ایسا نہیں ہے کہ اس کو منوانے کے لئے کسی کے سینے پر بندوق تانی جائے۔ ایک آدمی کے پاس مٹی ہے ریت ہے آپ اسے کہتے ہیں جناب یہ ریت یہ مٹی صرف بوجھ ہے آپ پر اس کا کوئی فائدہ نہیں آپ کو نہ یہ آپ کھا سکتے ہیں نہ اسے جسم پر مل سکتے ہیں نہ اس سے کوئی اور فائدہ اٹھا سکتے ہیں نہ اسے بیچ سکتے ہیں لیکن اگر یہ مٹی کا ڈھیلا یہ ریت کی مٹھی یہ بوجھ اگر آپ پھینک دیں تو اس کی جگہ جو خلا پیدا ہو گا وہاں آپ کو جواہرات مل جائیں گے سونا مل جائے گا۔ قیمتی دھات مل جائے گی دولت مل جائے گی اور یہ بات بھی یقینی ہو تو پھر اب اس کے ذمے ہے کہ وہ بھاگ کر اس کی تعمیل کرے یا پھر آپ کو بندوق بھی لانی پڑے گی کہ ریت پھینکو اور سونا لو مجھ سے۔ کون بے وقوف ایسا کرے گا جو بندہ یہ کہتا ہے کہ جناب یہ بوجھ ہے آپ پر یہ بوجھ آپ پھینک دیں اس کی جگہ آپ کو جواہرات مل جائیں گے اب اگر وہ نہیں پھینکنا چاہتا اصرار کرتا ہے کہ نہیں جناب میں یہ مٹی کا ڈھیلا میں رکھوں گا تو اس کہنے والے کو کیا ضرورت ہے کہ وہ بندوق لے کر لپکے کہ تمہیں ڈھیلا پھینکنا ہو گا۔ اور تمہیں ہیرا لینا ہو گا اسے کیا ضرورت ہے۔ یہی بات دین اسلام میں ہے کہ یہ کبھی بنوک شمشیر نہیں منوایا گیا اس لئے کہ اسلام نے منوانے والے سے لینا کچھ نہیں اسے دینا بہت کچھ ہے نظریات سے لے کر کردار تک اور اخلاقیات سے لے کر سوچ تک ہر ایک چیز میں حسن عطا کرنا ہے اس سے لینا کچھ نہیں اگر ماننے والے دس لاکھ ہو جائیں تو کیا اسلام کے قواعد بدل جائیں گے۔ اور اگر دس ارب ہو جائیں تو کیا وہ قانون بدل جائے گا۔ یا اسلام میں کوئی تبدیلی آ جائے گی نہیں اور اگر خدانخواستہ سارے انکار کر دیں تو کیا اسلام کے ازلی اور ابدی قوانین بدل جائیں گے ہرگز نہیں۔

تو دین حق وہ نعمت ہے جس کو ماننے والوں کے اقرار سے یا انکار کرنے والوں کے انکار سے کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ انکار کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے وہ گدھے کی طرح مٹی کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے جسے نہ کھا سکتا ہے اور نہ اس سے آرام حاصل کر سکتا ہے اب اس بوجھ کی جگہ اگر اسے جواہرات مل جاتے ہیں جو اس ساری زندگی کا بوجھ اٹھا سکتے ہیں اور وہ نہیں لینا چاہتا تو یہ اس کی بدبختی ہے اس لئے ارشاد ہوتا ہے۔

وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً تمہاری یہ امت جس کی طرف تم مبعوث ہوئے ہو تمہارے لئے سب لوگ ایک برابر ہیں ایک امت ہے تمہاری اور دوسری طرف **وَاَنَا رَبُّكُمْ** اور میں ایک تم سب کا رب ہوں میرا کام میرے بندوں کے ساتھ ہے تم درمیان میں اس کا ذریعہ یا واسطہ قرار پائے ہو میری بات میری نعمت کی خبر اس کے حصول کا ذریعہ ان تک پہنچانا اور ایک جیسی ہمدردی سے

پہنچانا یہ تمہارا فریضہ ہے کہ تمہاری امت واحدہ ہے ایک امت ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام جس ذوق جس جذبے جس خوشی سے صحابہ کو تعلیم فرماتے تھے اس سے زیادہ شفقت کے ساتھ غیر مسلموں کے دروازے پہ تشریف لے جاتے تھے مومن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دراقدس پہ حاضر ہوتا تھا سیکھنے کے لئے اور کافر کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے جاتے تھے اس لئے کہ امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ساری ایک سی ہے اسے سب پر ایک سی محبت ایک سی شفقت ایک سا پیار سب کی ایک سی طرح کی بھلائی کا حصول مقصود ہوتا ہے۔ اب لوگ اپنی رائے اس میں ٹھونستے ہیں۔

فَتَقَطَّعُوْا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا لوگوں نے اپنی اپنی رائے منوانے کے لئے جو کام نبی علیہ السلام نہیں کرنا چاہتا وہ نفس کا مارا ہوا انسان کرنا چاہتا ہے لوگوں نے جو خود سوچا اس کو منوانے کے لئے اس پر اڑ گئے کہ جناب اس مٹی کو سونا مانا جائے اس مٹی کو جواہرات مانا جائے ہم یہ منوائیں گے یعنی لوگوں نے اس پر بھی اکتفا نہ کیا کہ اپنی مٹی کو مٹی کہہ کر اٹھائے پھرتے انہوں نے اس مٹی کو سونا منوانا چاہا اس پر فرقے بن گئے اب جس کے پاس جو کچھ تھا اس نے کہا میری مانو یہاں سے فرقہ بندی شروع ہو گئی بنیادی فرقے اللہ کے نزدیک دو ہیں مومن اور کافر صرف دو جماعتیں ہیں دنیا میں صرف دو قومیں ہیں دو فرقے ہیں دو قبیلے ہیں دو طرح کے لوگ ہیں انسانیت دو حصوں میں بٹ گئی اللہ کے ماننے والے اور اللہ کا انکار کرنے والے مومن اور کافر۔ مومنین میں فرقہ بازی کہاں سے آئی جب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی تعلیمات کا وہ احترام وہ تقدس جو امتی کے دل میں ہونا چاہئے وہ نہ رہا تو فرقے بن گئے جہاں وہ تقدس رہا وہاں اختلاف رائے آیا فرقہ بندی نہیں ہوئی مثلاً اختلاف رائے تو ہمیں صحابہ کرام میں بھی ملتا ہے لیکن وہاں یہ نہیں ملتا کہ یہ مومن ہو گیا یہ کافر ہو گیا یہ نہیں ملتا۔ فرقے نہیں ملتے فرقہ ایک ہی ہے ان میں بھی امین بالجہر کہنے والے تھے نہ کہنے والے بھی تھے رفع یدین کرنے والے صحابہ بھی تھے نہ کرنے والے بھی تھے ان میں بھی یہ سارے اختلافات تھے لیکن یہ اختلافات رائے کے اختلافات تھے اور اس دائرہ کار کے اندر تھے کہ سب کے پاس یہ ثبوت تھا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین فرمایا بھی ہے اور ترک بھی کر دیا ہے کرنے والے کہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرنا زیادہ پسند تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ بھی دیا ہے چھوڑنے والے بھی ٹھیک کرتے ہیں لیکن کرنا زیادہ بہتر ہے چھوڑنے والوں نے کہا جی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کرتے تھے اور آخری عمل یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ دیا لہٰذا آخری عمل زیادہ پسندیدہ ہونا چاہئے ہماری رائے یہ تھی ایک تو دونوں نے ایک دوسرے کی رائے کا احترام کیا کہ دونوں کا احترام جو تھا وہ قائم رہا عمل اپنی اپنی رائے پر کرتے تھے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا اختلاف باعث رحمت و برکت ہے کہ دائرہ رحمت امت کے اندر رہتے ہوئے امت سے مراد ہوتی ہے اپنی رائے سے ہٹ کر نبی علیہ السلام کی رائے کو قبول کر لینے والا امتی کہلانے کا مستحق رہتا ہے تو اس دائرے کے اندر رہتے ہوئے اپنی سمجھ کے مطابق اگر رائے کا اختلاف آ گیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں اگر چھ پہلو تھے تو چھ کے چھ واضح ہو گئے یہ سمجھ آ گئی کہ اس بات کا یہ مفہوم بھی ہے یہ بھی ہے یہ بھی ہے اب ان چھ مفاہیم کے مطابق چھ لوگوں نے اگر عمل کر لیا تو انہیں آپس میں لڑنے کی کیا ضرورت ہے چونکہ ایک ہی بات کے چھ رخ ہیں ایک ہی مکان کے چھ دروازے ہیں جس مکان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں اور وہ چھ کے چھ بندے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اپنے اپنے دروازے سے لہٰذا ان میں کوئی فرقہ بندی طعن و تشنیع یا لڑائی بھڑائی تو نہ رہی۔ لڑائی تب آئی

جب لوگوں نے اپنی رائے کو دوسرے پر مسلط کرنا چاہا دوسرے سے منوانا چاہا دوسرے کو بھی اس پر چلانا چاہا تو آخر دوسرا بھی تو انسان تھا۔

اب دیکھیں نا ہم بعض باتوں پر بڑے الجھتے ہیں مثلاً" مغربی رواجات پہ ہم الجھ جاتے ہیں ہم کہتے ہیں یہ نہیں ہونا چاہئے ایک پہلو تو یہ ہے کہ بحیثیت مسلمان ہمیں اسلامی اقدار اپنانی چاہئیں لیکن ہمارا جو گرم ہونے کا سبب ہے وہ یہ نہیں ہے جس بات پہ ہم جھگڑا کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ مغرب والے اگر یہ فیصلہ کرتے ہیں تو ہم کوئی ان کے غلام ہیں ہم خود کر سکتے ہیں اگر انہیں ایک رائے رکھنے کا ایک بات کے ایک انداز سے اپنانے کا حق ہے تو ہمیں کیوں نہیں ہم ان کے پیچھے کیوں چلیں یہ انسان کی جب اپنی انا آتی ہے نا درمیان میں پھر وہاں فساد شروع ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ دیکھو لوگوں نے اپنی آرا سے مختلف گروہ بنا لئے۔

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ہر گروہ نے اپنی جو رائے پر عمل کر رہے ہیں وہ اس پہ بڑے ڈھٹ ہیں بڑ خوش ہیں کہ ہم نے اپنی بات منوا لی اور ہم بڑے تکڑے ہو گئے اور ہم دنیا کے حاکم ہو گئے اور ہمیں معاشرہ مان گیا ہماری ایک حیثیت بن گئی اللہ کریم فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے ان تک یہ پیغام پہنچانا اگر وہ اپنی رائے پہ زور لگاتے ہیں ضد کرتے ہیں انسٹ کرتے ہیں۔

فَذَرْهُمْ فِیْ غَمْرَتِهِمْ تو انہوں نے اگر مٹی کو ہیرا سمجھ کر اٹھا رکھا ہے تو انہیں وہ بوجھ اٹھائے رہنے دو۔ آپ کا کیا بگاڑ رہے ہیں کہ آپ ان سے لڑائی کریں یا ان سے جھگڑا مول لیں یا آپ ان کا گریبان پکڑیں اپنا نقصان کر رہے ہیں کرتے رہیں۔

حَتّٰی حِیْنٍ چلتے چلتے آخر وہ میری بارگاہ ہی میں پہنچیں گے یہاں فیصلہ ہو جائے گا۔ پتہ چل جائے گا کہ کھرا کیا ہے کھوٹا کیا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہی طرز حیات تھا یہی طریقہ کار تھا تو اس قدر جنگیں اسلام کی تاریخ میں کیوں ہیں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے خود جنگوں میں حصہ کیوں لیا۔ صحابہ کرامؓ نے ایک پوری دنیا کی بستی ہوئی سلطنتوں اور حکومتوں کو تہہ و بالا کیوں کر دیا ایک نظام معاش و سیاست دنیا پہ رائج تھا اس کے پرخچے کیوں اڑا دیئے۔ یہ سوال بڑی حد تک ہماری نادانی پہ منحصر ہے ہم اگر اسلام کو اس زاویہ نظر سے دیکھیں تو اسلام نے جنگ سرے سے ختم کر دی ہے۔ انسانوں کے درمیان جنگ کی اسلام نے اجازت ہی نہیں دی۔ جنگ ہوتی ہے اپنی بات دوسرے پر مسلط کرنے اپنے آپ کو دوسرے پر مسلط کرنے اپنی قوم کو دوسرے پر مسلط کرنے اور دوسرے کو کچل دینے کہ وہ مجبوراً اطاعت کر لے سر تابی نہ کر سکے تباہ کر دینے کے لئے کہ کبھی سر اٹھا کر نہ چل سکے مقابلہ نہ کر سکے اسلام نے فرمایا انسانوں میں جنگ جائز نہیں ہے اسلام نے جنگ کو جہاد سے REPLACE کر دیا فلسفہ ہی بدل دیا کہ جنگ نہیں ہو گی جہاد ہو گا۔

جہاد کیا ہے جہاد ہے ظلم کو روکنے کی کوشش زیادتی کو روکنے کی کوشش باطل کو روکنے کی کوشش کہ وہ اپنی حدود میں محدود ہو جائے ایک آدمی خود تو کفر پہ قائم رہ سکتا ہے لیکن اپنا کفر دوسروں پہ مسلط کیوں کرے خود اگر حرام کھاتا ہے کہ حصول رزق کے وہ ذریعے کہ دوسرے کا رزق حرام ذریعے سے چھین لے ایسا کیوں کرے جب دوسروں کے حقوق پہ ڈاکہ پڑنے لگتا ہے تو اسلام جہاد کا حکم دیتا ہے اور جہاد اس وقت تک رہتا ہے جب تک اگلا اس زیادتی سے باز نہیں آ جاتا ضروری نہیں کہ اگلا کلمہ ہی پڑھے تو جہاد رک جائے گا نہیں کافر بھی جب سرنڈر کر دیتا ہے زیادتی سے باز آ جاتا ہے جہاد ختم ہو جاتا ہے کافر کو مسلمان کرنا جہاد کا فریضہ نہیں ہے کافر کو ظلم سے روکنے کے لئے جہاد کیا جاتا ہے آپ نے دیکھا کہ کافر بحالت کفر جنگی قیدی ہو کر مدینۃ الرسولؐ میں آئے مدینہ منورہ میں آ کر آتش پرستوں نے آگ کی پوجا کی بت کے پوجاریوں نے اپنے بت بنا لئے اور

ان کی پوجا کی بت کدے بنائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام نے مسلمانوں نے اسلامی حکومت نے کسی کو روکا ہے اس لئے کہ عقیدہ رکھنا یہ ان کا اپنا حق تھا لیکن عقیدے کو OVER LAPE کرنا دوسروں پر دوسروں کے حقوق میں مداخلت کرنا اس کی انہیں اجازت نہیں دی جاتی اس احقاق حق اور حق کے تحفظ کے لئے اور لوگوں پر ظلم کو روکنے کے لئے اسلام نے جہاد کئے اس نگاہ سے آپ پوری اسلامی تاریخ دیکھ لیجئے تو اس میں جہاد ملتے ہیں جنگ نہیں ملتی۔ دنیا کی جو قوم بحیثیت فاتح کسی ملک میں داخل ہوئی اس نے ملک کو تہہ و بالا کر دیا مسلمان جب داخل ہوئے تو انہوں نے صرف ظلم روکا کسی کی جائیداد نہیں چھینی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک مسلمان جرنیلوں کے احکام موجود ہیں ان کے درخت نہیں کاٹے جائیں گے باغات نہیں اجاڑے جائیں گے فصلیں تباہ نہیں کی جائیں گی عبادت خانوں کا احترام کیا خواہ ان میں بت پوجے جاتے ہیں لیکن وہ عبادت خانہ قرار پائے گا اس میں بیٹھے ہوئے بندوں کو نہیں چھیڑا جائے گا بوڑھوں کو تنگ نہیں کیا جائے گا بچوں کو نہیں چھیڑا جائے گا۔ خواتین کو نہیں چھیڑا جائے گا' صرف ان بندوں سے کام ہو گا جو میدان جنگ میں مقابلے کے لئے آتے ہیں اور وہ بھی اس بات پر کہ ہر جنگ سے پہلے میدان جنگ میں کودنے سے پہلے یہ بتایا جائے گا کہ کیا تم کفر چھوڑ کر اللہ کی عظمت قبول کرنا چاہتے ہو تو ہم میں تم میں کوئی فرق نہیں ہمارے جیسے مسلمان ہو اگر یہ نہیں کرنا چاہتے تو کیا اپنے ظالمانہ نظام کی بساط لپیٹ لو گے اور جس بات کو اللہ نے ظلم قرار دیا ہے دوسرے انسان کو بھی زندہ رہنے کا جو حق دیا ہے اس پر ڈاکہ مارنے سے باز آ جاؤ گے اگر یہ بھی نہیں تو پھر جہاد کر کے تمہیں روکا جائے گا۔ یعنی اسلام نے برائی کے خلاف مقابلہ کیا ہے انسانوں پر خود کو مسلط نہیں کیا بلکہ انسان یہ تاریخی حقیقت ہے کہ کافر کو بھی اگر انصاف نصیب ہوا ہے تو مسلمان حکمرانوں کے زیرنگیں آ کے خود ان کی کافر حکومتیں انہیں انصاف نہیں دے سکیں اور یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرامؓ نے نہ پمفلٹ شائع کئے نہ تقریریں کیں نہ دینی جلسے کئے نہ زندہ باد مردہ باد کے نعرے لگے نہ کوئی مناظرے ہوئے اور ایک جہان اسلام کو قبول کرتا چلا گیا یعنی وہ ان کا طرز عمل اکل حلال کی حدود کے اندر کھانا اعمال صالح کا پابند رہنا اور انسانی عظمت اور وقار کا احترام کافر کا بحالت کفر بھی بحیثیت انسان ایک لحاظ اور احترام یہ لوگوں کو جن کی ابھی عقل سالم تھی سلیم تھی مزاج میں کچھ شائستگی باقی تھی جن میں انسانیت کی کوئی رمق باقی تھی انہیں وہ اس کی طرف کھینچتا چلا گیا کہ زندہ رہنے کا مزا تو یہ ہے جیسے یہ ہیں عقیدہ تو یہ ہونا چاہئے اور یوں انہیں دیکھ دیکھ کر پوری انسانیت اسلام کو قبول کرتی چلی گئی۔ آج ہماری تقریریں بڑی لمبی جلسے بڑے پرزور نعرے بڑے بڑے ہنگامہ خیز اور جذباتی لیکن کردار اکل حلال سے بھی عاری عمل صالح سے بھی محروم اب وہ سارا پراپوگنڈہ اگر کسی کافر کو اس طرف لائے بھی کہ وہ اسلام سٹڈی کرے تو جب وہ مسلمان کو سٹڈی کرتا ہے تو ساری اسلام کی فلاسفی اس کی دھری کی دھری رہ جاتی ہے یعنی صحابہ کرامؓ یا سلف صالحین ------

آج ہماری زبانیں ہماری تحریر ہماری تقریر ہمارا سارا کچھ بہت تیز ہے لیکن ہماری ذات اللہ کے بندوں اور اللہ کے درمیان دیوار بن گئی ہے ہم بے شمار انسانوں کو کفر پر مرنے کا سبب بن رہے ہیں ہم ایک بہت بڑی مخلوق کو ایمان سے دور رکھنے کا ذریعہ بن گئے اڑ بن گئے ہم اسلام اور اللہ کے بندوں کے درمیان آج سب سے بڑی روکاوٹ آپ اپنے اس وطن عزیز میں دیکھ لیجئے ہم کہتے ہیں اسلام نافذ کیوں نہیں ہوتا شاید آپ کا خیال یہ ہو گا کہ یہ سیاسی جماعتیں اسلام نافذ نہیں ہونے دیتیں یا یہ انگریزی فیشن کے ہمارے حکمران نہیں ہونے دیتے لیکن میں آپ کو سچ بتاتا ہوں اس کی راہ میں سب سے بڑی روکاوٹ ہمارا دینی طبقہ ہے سب سے بڑی دیوار مذہبی لوگ ہیں ہر مذہبی سربراہ کا ایک الگ طرح کا اسلام ہے ایک انوکھی قسم کا اسلام ہے اور وہ اپنے

ہی اسلام کو سب پر مسلط کرنا چاہتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ حقیقی اسلام اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ان سے ہم دور سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں ہر بندہ اپنی منوانے کی فکر میں ہے یعنی وہ رواداری وہ قوت برداشت وہ دوسرے کی رائے سننے کا حوصلہ تو تب آئے کہ جب ہم سب ایک منزل کی طرف چل رہے ہوں اور راستے تھوڑے مختلف ہوں تو یہ یقین ہو کہ منزل ایک ہی ہے تو ایک دوسرے کے راستے کے بارے میں پوچھ بھی لیں یار میرے راستے میں تو موڑ بھی ہیں تمہارا سیدھا ہے یا میرے راستے میں تو چڑھائی بھی ہے تمہارا کیسا ہے یار میرے راستے میں پانی نہیں ملتا تمہارے ہاں کوئی پانی کا انتظام ہے کیا کیا فرق ہے وہ آسان ہے تو میں ادھر آ جاتا ہوں یا تم ادھر آ جاؤ یا چلو تم ادھر چل رہے ہو مجھے ادھر عادت ہو گئی ہے پھر تو بات ہے اب تو جناب ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ ادھر نہیں آتا تو اسے گولی سے اڑا دیا جائے اس کا مطلب ہے کہ نہ میں مرکز کی طرف چل رہا ہوں نہ وہ مرکز کی طرف چل رہا ہے ہم چل اپنی طرف رہے ہیں۔ ہم کولھو کے بیل ہیں کسی منزل کو رواں نہیں ہیں ہم اپنے آپ کو منوانا چاہ رہے ہیں اللہ کے نام پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر دین کے نام پر دینی اعتبار سے ایک بنا کر سوچ لیکن منوانا ہم اپنی بات چاہتے ہیں جب ہم اپنی منوانا چاہتے ہیں تو جس سے منوانا چاہتے ہیں وہ بھی انسان ہیں وہ مقابلے میں اپنی لے آتا ہے اس پر لڑائی ہو جاتی ہے چونکہ انسان اللہ کی بات تو مانے گا میری اور آپ کی کیوں مانیں جیسے ہم انسان ویسا وہ انسان اور یہ ایک فطری رد عمل ہوتا ہے آپ ایک بندے سے نفرت کرتے ہیں نفرت کرتے رہئے لیکن زبانی اسے بے وقوف بنانا شروع کیجئے وہ بھی آپ کو زبانی بے وقوف بنائے گا۔ دل سے نفرت کرتا رہے گا۔ دلوں کی ایک اپنی زبان ہے ایک بندے سے آپ پیار کرتے ہیں اس سے آپ لڑتے رہا کریں روز لڑیں وہ لڑے گا بھی سہی لیکن آپ سے پیار کرے گا۔ وہ دلوں کی زبان اپنی ہے وہ دل اپنی کیفیت کو سمجھ رہا ہو گا کہ یہ لڑائی بھڑائی وقتی ہے اصل میں یہ بندہ میرا خیر خواہ ہے مجھ سے پیار کرتا ہے مجھ سے محبت کرتا ہے جس کو آپ اچھا نہیں سمجھتے اس سے آپ زبانی بڑا اس کی آپ تعریف کریں دل میں وہ آپ کو اچھا نہیں دلوں کی اپنی زبان ہے جو آپ سوچ رہے ہیں اس کا دل پڑھ رہا ہے جو وہ سوچ رہا ہے وہ آپ کا دل پڑھ رہا ہے وہ دماغ تک بات پہنچے یا نہ پہنچے لیکن دل ایسی ہی کیفیت اپنا لیتا ہے۔ جب ہم اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ اپنی بات منوانا چاہتے ہیں تو اگلا جو سن رہا ہے وہ بھی تو انسان ہے اس کا دل کہتا ہے بھائی تو بھی اپنی کہہ پھر وہ اپنی لے آتا ہے میدان میں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم لڑ بھڑ کر الگ ہو جاتے ہیں نہ وہ ہماری مانتا ہے نہ ہم اس کی مانتے ہیں۔ ہماری اپنی ذات کی اہمیت بھی بہت زیادہ ہے ایک بندہ اتنا قیمتی ہے

کہ فلاسفہ کا ایک قانون ہے کہ کبھی کوئی بندہ یہ تصور کرے کہ دنیا میں میں اکیلا تھا تو اسے اندازہ ہو گا کہ اس ایک کے لئے کتنے کارگاہ حیات سرگرم عمل ہے سورج کا طلوع و غروب بادلوں کا بننا برسنا موسموں کا تغیر و تبدل زمین سے روئیدگی پھلوں کا اگنا پکنا یہ کتنا وسیع نظام ہے ایک فرد کے لئے سرگرم عمل ہے تو پھر اس ذات کو ضائع کر دینا کتنا بڑا جرم ہے یعنی ہم اگر اپنے اس وجود ہی کی اہمیت سمجھ جائیں تو اسے ضائع کرنا بہت بڑا جرم ہے اس کا اصل مصرف ہی یہ ہے کہ یہ اللہ کی تجلیات کی اماجگاہ بن جائے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انوارات کا مرکز بن جائے اس پر اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام لکھے ہوئے نظر آئیں اس کے چلنے پھرنے میں اس کے ملنے جلنے میں اس کے بات کرنے میں اس کے سونے میں اس کی دوستی دشمنی میں نظر آئے کہ یار یہ بندہ نہیں کر رہا یہ کوئی اور اس سے کروا رہا ہے یہ کوئی روبوٹ ہے یہ کیسا ہے یہ کس کا نمائندہ ہے یہ اس کی سوچ نہیں ہو سکتی عمل میں وہ حسن ہو کہ دیکھنے والا یہ کہہ سکے کہ یار یہ عمل اس بندے

یہ سوچ اس بندے کی نہیں ہے یہ جو تقریر اس نے کی ہے یہ اس کی اپنی نہیں ہے پتہ نہیں اسے پیچھے سے کون دے رہا ہے یہ بندہ اتنا قابل نہیں ہے یہ اس کی سوچ نہیں ہے یہ اس کا عمل نہیں ہے اس بات کا تو احترام ہو گا۔ لیکن جب مخاطب کو پتہ چلے گا اس کا دل کہے گا کہ یہ جو کچھ کہہ رہا ہے یہ اس کا اپنی ذات کو مجھ پر بٹھانا چاہتا ہے یہ اس کی رائے ہے تو وہ اپنی رائے لے آئے گا وہ آپ کی بات نہیں مانے گا۔

تو اپنی ذات کو ضائع کرنا ہی بہت بڑا جرم تھا چہ جائیکہ کہ ہم اس کے ساتھ دوسروں کے لئے بھی دیوار بن گئے انہیں بھی ہم نے اسلام سے دور کر دیا یہ ایک اور بہت بڑا ظلم ہو گیا کہ ہم نے اپنے آپ کو اگر ضائع کیا تو بڑا ظلم کیا ہم اپنے آپ کو اللہ کا دیا ہوا وقت ختم ہو جائے تو ہم اپنی زندگی ایک لمحہ نہیں اپنے آپ کو دے سکتے۔ اللہ کی دی ہوئی کوئی نعمت چلی جائے تو ہم اپنے لئے ویسا ہم نہیں بنا سکتے جیسا ہمارے ساتھ قدرت نے پیدا کیا ہے ایک بال ویسا ہم نہیں بنا سکتے جیسا قدرت نے لگایا چہ جائیکہ کہ ہم پورا یہ اتنا وسیع نظام اتنا کمپیوٹرائز سسٹم اتنا مکینیکل اور اتنا عجیب و غریب مشینری کہ آدمی حیرت زدہ ہو جاتا ہے آج سے تیس پینتیس سال پہلے آپ نے ایک آواز سنی کسی گانے والے کی JUST A WHISTLE ایک آواز تھی آپ نے سنی بھول گئے پچاس تیس سال بعد ویسی آواز آتی ہے ذرہ آپ تھوڑا سا آپ رکتے ہیں ایک لمحے میں آپ کا کمپیوٹر ساری فائلیں کھول کر اس میں سے وہ آواز نکال کر آپ کے سامنے کر دیتا ہے آپ ایسا سمجھتے ہیں گویا آپ آج پھر وہ آواز سن رہے ہیں کہتے ہیں ہاں یار یہ تو وہ آواز ہے اتنا تیز اتنا سپیڈی اتنا عجیب و غریب کہ پچاس ساٹھ سال کا سارا ریکارڈ ایک ایک لمحہ محفوظ ہے ایک آدمی کو بیس سال پہلے دیکھا مل گیا چلا گیا بھول گئے شکل یاد نہیں بات یاد نہیں بیس سال بعد سامنے آئے ذرہ بندہ ٹھٹھکتا ہے یہ کیا ہے وہ اتنی تیزی سے وہ نظام کمپیوٹر کا چلتا ہے کہ وہ وہی فائل نکال کر کھول کر آپ کے سامنے آپ اس طرف دیکھ لیں کہ بیس سال پہلے یہ آدمی میں نے دیکھا تھا آج پھر دیکھ رہا ہوں اس طرح وہ فائل بھی آپ کی نگاہ کے سامنے ہے وہ بندہ بھی نگاہ کے سامنے ہے اس نظام کو ضائع کرنا اتنے ریکوریٹ سسٹم اتنے خوبصورت نظام اتنے خوبصورت نظام کہ انسانی کمپیوٹر یہاں بیٹھا خود خدا کو تلاش کر لیتا ہے تو جو مشین ذات باری تک پہنچ جاتی ہے اس سے مخلوق کی کوئی شے پوشیدہ رہ سکتی ہے اگر وہ اس پہ تفکر تدبر یا اسے سوچنا چاہے ہرگز نہیں اتنے پورے نظام کو محض جانوروں کی طرح پیٹ بھرنے کے لئے ضائع کر دینا رطب و یابس کھائے جانا حرام حلال کھائے جانا اپنا پرایا کھائے جانا حقوق کی عبادات کی پرواہ نہ کرنا اور چلتے رہنا اور اسے ضائع کر دینا کتنا بڑا جرم ہے یہ جرم ہی بہت بڑا تھا چہ جائیکہ کہ ہمارا کردار اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان دیوار بن جائے تو میں نہیں سمجھتا کہ اتنے بڑے جرم سے بچنے کا ہمارے پاس کوئی سبب ہو گا۔ بہت بڑی زیادتی ہے۔

آیئے ہم اگر یہ سوچتے رہے کہ یہ اتنی بڑی دیوار جو سارے لوگوں نے کھڑی کر دی ہے یہ کیسے گرے گی آیئے ہم اپنا وجود تو اس میں سے کھینچ لیں شاید روشنی نہ سہی ہوا کے گزرنے کا ہی کوئی راستہ بن جائے ایک وجود ایک پتھر تو راستے سے ہٹا دے ہم اپنے وجود کو اپنی ذات کو تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم بنا لیں ہم خود تو فرائض واجبات سنن پر عمل شروع کریں ہم خود تو حلال کھانا شروع کریں ایک بندہ تو ایک پتھر جو ہے اس راستے کا وہ تو ہم ہٹا سکتے ہیں جو ہمارا وجود ہے یا اس ایک مشین اس ایک سسٹم کو تو ہم پریزرو کر لیں اسے ضائع ہونے سے بچا لیں اور اسے اس کی صحیح سمت بجائے اس کے کہ دوسرے لئے ہم برائی سوچیں کہا اس کی ٹانگ کیسے کھینچ سکتا ہوں اس ساری سوچ کو اپنی بھلائی پہ کیوں نہ لگائیں کہ میں اپنے لئے کیا بہتر حاصل کر سکتا ہوں انرجی ایک جیسی ویسٹ ہو گی قوت ایک

باقی صفحہ نمبر ۳۸

حضرت المکرم مدظلہ العالی

دنیا کی خواہش

انسان جس طرح دنیا میں رہتا جیتا بستا ہے اس کی ضروریات اس کی خواہشات ساری دنیا کے ساتھ وابستہ ہیں اور اسے کھانے کے لئے پہننے کے لئے سر چھپانے کے لئے عزت مندانہ طور پر زندگی گزارنے کے لئے دنیا کی بہت سی چیزوں، بہت سی نعمتوں کی ضرورت ہے ان میں مال و دولت بھی ہے ان میں عہدہ اور رتبہ بھی ہے ان میں دوست اور ہمدرد بھی ہیں یہ ساری انسانی ضرورتیں ہیں اور ان کے بغیر دنیا میں زندگی کا کوئی تصور نہیں لیکن یہ سب کچھ زندگی کا مقصد نہیں ہے۔ صرف عہدے یا رتبے کے لئے ساری زندگی قربان کر دینا یا صرف لوگوں سے دوستیاں پالنے کے لئے زندگی صرف کر دینا تو یہ زندگی کا مقصد نہیں ہے زندگی کا مقصد اللہ جل شانہ کا قرب حاصل کرنا اور اللہ کی رضا حاصل کرنا اور ابدی اور دائمی زندگی میں اپنے لئے مقام پیدا کرنا ہے۔ ہماری اس دور کی بدنصیبی یہ ہے کہ بہت سے مسلمان نام کے تو مسلمان ہیں لیکن عمل، میں کردار میں، ان میں اور غیر مسلموں میں کوئی فرق نہیں ہے عملی زندگی سے یکسر بیگانہ ہیں صرف یہ نہیں کہ عمل نہیں کرتے بلکہ بات اس حد تک پہنچی ہوئی ہے کہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کی جاتی کہ اس کام کو کرنے کا اسلامی یا شرعی طریقہ کیا ہے حلال حرام کا معیار شریعت میں کیا ہے نیکی اور بدی کیا چیز ہے اور کسی کام کو کس انداز سے کرنا ہے۔ لیکن وہ طبقہ جو نیک ہے جو نماز روزہ کرتا ہے جو تبلیغ کرتا ہے جو دینی کام بھی کرتا ہے اصل مصیبت اس کی بھی ہے۔ اصل مصیبت یہ ہے کہ جو طبقہ خود کو دیندار کہلاتا ہے اس نے بھی دین کے راستے سے دنیا جمع کرنے کا ایک شغل اپنا لیا ہے۔ یہ درست ہے کہ ہم تبلیغ کرتے ہیں یہ درست ہے کہ ہم باقاعدگی سے نمازیں پڑھتے ہیں یہ صحیح ہے کہ ہم لوگوں کو دین پڑھانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اگر یہ سب کچھ بھی اس غرض سے ہو کہ لوگ ہمیں پیر صاحب کہیں لوگ ہمیں علامہ صاحب کہیں لوگ ہمیں نذرانے دیں لوگ ہمیں پیسے دیں ہمارا وقار ہو ہمارا احترام ہو ہمارے پاس دولت ہو تو پھر یہ نہایت ہی خسارے کا سودا ہے۔

دین کا حاصل قرب الٰہی ہے اور دینی کام کرنا بھی اس غرض سے چاہئے کہ اس سے اللہ کریم راضی ہوں گے اخروی زندگی بنے گی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم کا قرب نصیب ہو گا۔ تو قرآن حکیم نے بہت شاندار طریقے سے یہ اسباق مسلمانوں تک پہنچائے ہیں اور جو جتنا اہم سبق ہے اتنی اہم شخصیات اور اتنی بڑی ہستیوں کے حوالے سے وہ دیا گیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے در دولت پر دنیا اور دولت دنیا کو کبھی رسائی نصیب نہیں ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی

کی حضرت خدیجہ مکہ مکرمہ کی رئیس ترین خاتون تھیں انہوں نے بھی اپنا مال حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دینے میں کوئی دشواری محسوس نہیں کی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم نے بھی اسے بانٹنے میں کوئی دیر نہیں کی ان کی ساری دولت بھی غرباء اور مساکین کے کام آئی اور کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر وہی فاقہ مستی اور پوری زندگی میں یعنی یہ ایک ریکارڈ ہے کہ پوری زندگی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے در دولت پر کوئی ایک دن ایسا نہیں ملتا کہ دو وقت کا کھانا میسر آیا ہو پوری زندگی حیات مبارکہ میں کوئی ایک دن ایسا نہیں کہ صبح یا شام دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا ملا ہو اگر ایک وقت کا کھانا میسر آیا تو دوسرے وقت کا نہیں آیا اور حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک چاند طلوع ہوتا پھر وہ گزر جاتا دوسرا چاند نکل آتا وہ بھی گزر جاتا تیسرا چاند نکل آتا تو اتنا لمبا لمبا عرصہ ہمارے ہاں چولہا نہیں جلا کرتا تھا اس لئے کہ چولہے پر پکانے کے لئے ہوتا کچھ نہیں تھا تو عرض کیا گیا کہ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی غذا کیا تھی فرمایا دودھ کھجوریں کوئی چیز **ھدیتہ** صحابہ کرامؓ نے بھیج دی تو اس پر گزارہ ہوتا تھا۔ ہانڈی روٹی پکانے کے لئے گھر میں کچھ نہیں ہوتا تھا۔ یہی حال لباس کا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماں روائے عرب تھے تب بھی جب غیر ملکی وفود ملنے آتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کرتہ مبارک دھونے کے لئے دیتے تو چادر لپیٹ کر اندر بیٹھ رہتے وہ دھل کر خشک ہوتا تو وہی پہن کر باہر تشریف لے جاتے کسی گھر میں اتنا بڑا بستر نہیں تھا کہ اوپر نیچے بچھایا جاتا کسی دولت کدے پر کمبل تھا جو گرمیوں میں سارا نیچے بچھا لیتے اور سردیوں میں آدھا نیچے آدھا اوپر کر لیتے کسی گھر میں گدا ہوتا تھا جس میں کھجور کے پتے وغیرہ ہوتے تھے اور اوپر چمڑے کا گدا کمروں کے دروازے نہین تھے حجرہ مبارکہ کے دروازے ٹاٹ سے یا کمبل سے پردہ لٹکا کر بند کئے جاتے تھے بعض حجرات میں ایک ایک لکڑی کا ناک لگا ہوا تھا سنگل ایک ناک ہوتا تھا بنا ہوا اور ابتدائے اسلام میں تو واقعی دشواری بھی تھی لیکن جب فتوحات ہوئیں مکہ مکرمہ تک فتح ہو گیا جزیرہ نمائے عرب پر مسلمانوں کا تسلط ہو گیا اور مدینہ منورہ اچھی بھلی ریاست بن گئی غنیمت کے مال آئے لوگوں میں غرباء میں صحابہ میں تقسیم ہوئے تو ازواجات مطہرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عرض کیا کہ اب چونکہ فراخی ہے اور غنیمت کے مال مسلمانوں کو نصیب ہوئے ہیں اور سب کے حصے میں آئے ہیں تو اب یہ مہربانی فرمائی جائے کہ کاشانہ نبوی پر بھی کچھ اہتمام کھانے پینے کا کچھ لباس کا کچھ رہنے کی سہولتیں کچھ دنیوی چیزیں لباس غذا جو ضروری ہیں چارپائیاں بستر برتن کچھ تو کاشانہ نبوی پہ بھی ہونا چاہئے اور ہم سے وہ جو دنیا داری کی تنگی اور دنیا کا نہ ہونا ہے یا مشکلات ہیں ان میں کچھ کمی ہو جائے اور سب نے مل کر یہ طے کر کے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا اور اس کا جواب رب جلیل نے دیا۔

کہ اگر خود نبی علیہ السلام کے اہل خانہ خود نبی کی ازواج مطہرات دنیا کی طلب رکھیں گی تو پھر جن لوگوں کے لئے آپ مثال ہیں اور جس امت نے آپ لوگوں کو دیکھ کر راستہ اختیار کرنا ہے وہ کہاں جائیں گے اس لئے فرمایا

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام بیویوں سے کہہ دیجئے۔ **اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا** اگر تمہیں دنیا اور دنیا کا مال و دولت دنیا کا زیب و زینت دنیا کے زیورات روپیہ پیسہ چاہئے **فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا** تو پھر فیصلہ کر لو میں تمہیں طلاق دیتا ہوں میں کوئی ناراض ہو کر نہیں دیتا بڑی خوشی سے تمہیں رخصت کر دیتا ہوں اور جتنا مال و دولت تمہیں چاہئے اتنا مال و دولت بھی تمہیں مل جاتا ہے اور اگر **وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ** اور اگر تمہیں کچھ نہیں چاہئے سوائے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے **وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ** اور آخرت کے گھر کے **فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا** تو پھر یہ

د رکھو کہ اللہ نے اتنے بڑے احسانات اور بڑے بدلے اور اتنے بڑے انعامات تمہاری خاطر تیار کر رکھے ہیں کہ جنہیں نیا کی عقل اور دنیا کا شعور سمجھ نہیں سکتا سما نہیں سکتا۔

یہ ایہ کریمہ نازل ہوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسم نے سب سے پہلے حضرت عائشہ الصدیقہ کو پڑھ کر سنائی تو اپ نے فرمایا کہ ہمیں تو اللہ اور اللہ کا رسول اللہ صلی اللہ لیہ وسلم چاہیئے دوسری ازواج مطہرات کو سنائی گئی تو سب نے آخرت کو اللہ جل شانہ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کو پسند کر لیا اور پھر جتنا عرصہ دنیا میں زندہ رہیں کسی اہلیہ محترم نے تنگی کی شکایت کی نہ مال و دولت کا مطالبہ کیا۔

یہاں بات بڑی عجیب یہ ہے کہ ان کا مطالبہ کوئی ناجائز نہیں تھا کسی زیادہ دولت مندی کی خواہش نہیں بھی صرف یہ گذارش کی تھی کہ جو تنگی ہے اس سے نجات مل جائے اور وہ بھی اس لئے کہ مسلمانوں کے پاس فراخی ہے لیکن ازواجا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ کریم کو یہ بات بھی پسند نہ آئی کہ دنیا یا دنیا کی دولت یا دنیا کی چیزیں جو ہیں ان کا اتنا مقام نہیں ہے کہ کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کو طلب کیا جائے یا ان کی خواہش رکھی جائے اور اگر دنیا کی خواہش ہی ہے تو پھر میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو جاؤ پھر عام مسلمانوں میں چلی جاؤ کوئی نبی علیہ السلام سے الگ ہو کر انہیں اسلام سے تو نہیں نکالا جا رہا تھا پھر عام صحابہ میں تم بھی شامل ہو جاؤ۔ صحابی ہونا کوئی معمولی بات نہیں ہے انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے افضل ترین انسان صحابی ہیں لیکن صحابی ہونا اور بات ہے اور نبی علیہ السلام کا ہم نشین ہونا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں رہنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہونا اور بات ہے۔ تو فرمایا تمہیں نبی علیہ السلام کی رفاقت دے کر میں نے اتنا دے دیا ہے کہ تمہارے پاس تو مانگنے کو بچا ہی کچھ نہیں اور اگر اس دولت کی تمہیں اہمیت کا اندازہ نہیں ہے تو پھر تم لوگ اس قابل نہیں ہو کہ میرے نبی علیہ السلام کے ساتھ رہو۔

وہ تو خوش نصیب تھے اللہ کو محض ان کے مقامات کا اظہار کرنا مقصود تھا انہوں نے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت کو پسند فرمایا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پردہ فرمایا تو مسلمانوں کی فتوحات کا دائرہ قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کو روندتا ہوا آگے نکل گیا اور یمن تک کے خزائے مسلمانوں کے قبضے میں آئے اور تین ساڑھے تین ہزار اشرفی ایک ایک صحابی کی ماہانہ پنشن ہوتی تھی۔ تو دولت سمیٹے نہیں سمٹتی تھی مدینہ منورہ میں۔ لیکن کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پہ نہ کسی نے قالین بچھائے نہ کسی نے وہ نئے کپڑے لئے نہ کسی نے مال و دولت لیا اور نہ کسی نے زیادہ کوئی چیزیں لیں بلکہ ازواج مطہرات جب تک زندہ رہیں وہی حجرات مقدسہ تھے جو نبی علیہ السلام کے زمانے میں تھے وہی اس قسم کا لباس تھا اور وہی غذا تھی پھر مال غنیمت سے بھی ان لوگوں نے ساری زندگی کچھ قبول نہیں فرمایا تو وہ ایسے لوگ تھے جن کے بارے میں خود قرآن کہتا ہے۔

ینساء النبی لستن کاحد من النساء دنیا میں تمہارے جیسی کوئی خاتون خوش قسمت اور خوش نصیب نہیں ہے بلند مرتبہ بلند عزت بلند وقار اور بلند تقدس کی حامل کوئی دوسری خاتون تم لوگوں کے مقابلے کی نہیں ہے۔

لیکن اس میں سبق تمام مسلمانوں کے لئے یہ موجود ہے کہ عبادات نیکی اللہ کی یاد اللہ کا ذکر اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی غلامی اگر نصیب ہو تو دنیا ضرور کماؤ لیکن اسے کمائی کا ذریعہ نہ بنایا جائے کہ ہم نیکی کرتے ہیں اس لئے ہمیں زیادہ پیسے ملنے چاہئیں یا ہم وعظ کرتے ہیں اس لئے ہمارا زیادہ وقار ہونا چاہئے یا ہم تبلیغ کرتے ہیں اس لئے لوگوں کو ہماری زیادہ عزت کرنی چاہئے دین پر عمل کی توفیق بجائے خود بہت بڑا انعام ہے لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ ہم دین پر عمل یا عبادت کو بھی حصول دنیا کا ذریعہ بنا لیتے ہیں اور جو بہت نیک ہیں یا پیسہ نہیں جمع کرنا چاہتے ان کے دل میں

یہ بھی ضرور ہوتا ہے کہ میں اتنی عبادت کرتا ہوں مجھے بیمار نہیں ہونا چاہئے میرے بیٹے کو بے روزگار نہیں ہونا چاہئے مڑ تڑ کر کسی نہ کسی انداز سے سوئی دنیا پہ آ کے اٹکتی ہے اور یہ بنیادی وجہ ہے مسلمان قوم کی غلامی کی اور مسلمان قوم کی ذلت کی۔ یعنی جب دین کا معاوضہ بھی اس نے دنیا کو بنا لیا تو پھر وہ دینی عظمت' اسلامی وقار' اللہ کی وہ رحمتیں' وہ جرات رندانہ' وہ شان و شوکت جو اللہ کی معیت میں یا وہ شان و شوکت جو معیت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے پھر وہ اسے کہاں سے نصیب ہو گی۔ آپ دیکھ لیجئے مسلمانوں میں بڑے بڑے رئیس ہیں بلکہ دنیا کی ساری دولت مسلمانوں کے پاس ہیں۔ روئے زمین کے زرخیز خطے مسلمانوں کے پاس ہے روئے زمین کے سارے تیل کے ذخیرے ان کے پاس ہیں سونے کی کانیں ان کے پاس ہیں بہترین دریا بہترین زرخیز میدان بہترین پھل اور پھول دینے والی وادیاں بہترین پہاڑی علاقے بہترین صحرا بہترین بندرگاہیں بہترین سمندر سارے کا سارا دنیا میں پوری انسانیت کے لئے جتنے وسائل اس وقت معلوم ہیں ان میں سے اسی فیصد صرف مسلمانوں کے پاس ہیں یعنی امیر ترین قوم ہے دنیا کے اعتبار سے لیکن ذلیل ترین قوم ہے عزت و وقار کے اعتبار سے اور مظلوم ترین قوم ہے دنیا میں کہ ہر کافر قوم کا بندہ مسلمانوں کو قتل کر رہا ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ اتنے تو دن میں مچھر نہیں مارے جاتے جتنے مسلمان روز مارے جاتے ہیں آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرتے رہتے ہیں جہاں کوئی کافر انہیں قتل کرنے والا نہیں وہاں یہ خود ایک دوسرے کو قتل کیے جا رہے ہیں اور جہاں کوئی کافر قوم بستی ہے وہ ان کا خون بہا رہی ہے یہ آخر کیوں؟

اس کیوں کے جواب میں بڑے سائنٹیفک تجزیے پیش کیے جاتے ہیں عالمی سیاست زیر بحث لائی جاتی ہے لیکن کوئی دانشور کوئی پارسا کوئی پیر کوئی مقدس بزرگ کوئی مولوی صاحب کوئی سیاست دان کوئی حکمران یہ کہنے کو اور یہ ماننے کو تیار نہیں ہے کہ ہمارا دین بھی دنیا کی خاطر ہو گیا ہماری عبادتیں بھی حصول دنیا کا ذریعہ بن گئیں ہم نے رضائے الٰہی کے حصول کو ترک کر دیا ہم نے قرب رسالتؐ کے حصول کو ترک کر دیا اس جرم کی سزا یہ ہے کہ دنیا کی ذلت ہم پر مسلط کر دی گئی باوجود اس کے کہ ہمارے پاس افرادی قوت بھی ہے ٹیلنٹ بھی ہے ریسورسز بھی ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ کافر ریسورسز مسلمانوں سے حاصل کرتے ہیں اور حکومت بھی مسلمانوں پہ کرتے ہیں۔ تو اس کی اصل اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ اسلام کا جو مطالبہ تھا کہ مسلمان کا مرنا جینا مسلمان کا اٹھنا بیٹھنا قرب الٰہی کے حصول کے لئے ہو آخرت کے حصول کے لئے ہو اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کے حصول کے لئے ہو اور اگر اسے اس ساری عبادت کے عوض بھی دولت چاہیے تو جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات کو یہ فرما دیا جاتا ہے کہ بھئی تمہیں اگر دنیا ہی چاہئے تو کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم خالی کر دو پھر یہاں نہیں رہو گی تو ہم تو ان کے جوتوں کی خاک جیسے بھی نہیں ہیں اگر ہم یہی جرم کریں گے کہ ہم نمازیں پڑھتے ہیں ہم عبادت کرتے ہیں ہم تبلیغ کرتے ہیں اس کے بدلے ہمیں دنیا کی عزت ملنی چاہئے وقار ملنا چاہئے دولت ملنی چاہئے تو آپ کا کیا خیال ہے کہ ہمیں اس بارگاہ میں کوئی قریب پھٹکنے دے گا۔ اور جن لوگوں کو بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اٹھا دیا جاتا ہے پھر انہیں دنیا میں عزت نہیں ملتی وقار نہیں ملتا امن و سکون نہیں ملتا کسی شاعر نے کہا ہے ۔

کہ بیٹھنے کون دے ہے پھر اس کو
جو تیرے آستان سے اٹھتا ہے

تو مسلمان قوم کی آج کی بنیادی بیماری جو ہے اور جس کے علاج کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے اندر اپنا تجزیہ کرے اپنی آزمائش کرے اور یہ دیکھے کہ کیا ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب ہو اور دوسری طرف عہدہ ہو میں دو میں سے کس کا انتخاب کروں گا۔ اگر کسی سے یہ کہہ دیا

جائے کہ اگر تمہیں اللہ کی عبادت ہی کرنی ہے یا سنت کے مطابق زندگی گزارنی ہے تو ہم تمہیں ملازمت سے نکالتے ہیں تو مسلمان کیا کرے گا۔ مسلمان کا حال یہ ہے کہ

میں امریکہ کے ایک شہر میں گیا تو وہاں ایک پیر صاحب کے خلیفہ تھے مجھ سے ملے بھی سفید ریش بزرگ آدمی تھے تو کہنے لگے کہ وہ جس فرم میں کام کرتے ہیں وہاں انہیں کوئی چار ڈالر اور دس پندرہ سینٹ کے قریب ملتا تھا مشاہرہ روزانہ کا۔ فرم والوں نے کہا کہ ہمارے پاس جتنے لوگ کام کرتے ہیں وہ سارے کلین شیو ہیں ایک یہ آدمی ہے اس نے داڑھی رکھی ہوئی ہے یہ آدمی عجیب سا لگتا ہے تو انہوں نے کہا بھئی ایسا کرو کہ تم یہ داڑھی منڈوا دو اس نے کہا کہ میں تو داڑھی نہیں منڈواتا خلیفہ بھی ہے پیر صاحب کا وہاں ان کا نمائندہ ہے تو انہوں نے کہا دیکھو ایسا کرتے ہیں کہ ہم تمہیں پچاس سینٹ یعنی آٹھ آنے روزانہ کے تمہارے بڑھا دیتے ہیں اور تمہاری ڈیلی ویجز جو ہیں چار ڈالر ساٹھ سینٹ ہو جائے گی تو پچاس سینٹ کے لئے حضرت صاحب نے داڑھی منڈوا دی اور تنخواہ بڑھوا لی۔ عجیب بات یہ ہے کہ کوئی مہینے دو گزرے تو کمپنی میں کچھ جاب کم ہو گئیں کچھ بندے انہیں نکالنے پڑے تو سب سے پہلے انہوں نے اس کو نکالا کہ یہ پھر داڑھی رکھ لے گا اسے نکال دو۔ میں جب گیا تو چھوٹی چھوٹی ان کی داڑھی تھی تو میں نے پوچھ لیا کہ پیر صاحب کے داڑھی بڑی چھوٹی ہے تو کہنے لگے جی تھوڑے دن ہوئے رکھی ہے پہلے منڈا دی تھی پھر نوکری بھی چلی گئی۔ اب رکھنی شروع کی ہے یہ ایک پیر کی مثال نہیں یہ ہماری قوم کی مثال ہے کہ ہم دین پر اللہ کے نام پر اللہ کے قرآن پر عمل تو کرتے ہیں اگر کوئی دنیا کا نقصان نہ ہو اور ساتھ دنیا کی آمدن ہوتی رہے۔ تو ایک معمول دوکاندار دو روپے کا سودا خریدنے والا کوئی گاہک آ جائے تو اس میں سے اسے دو آنے یا چار آنے بچتے ہوں گے اس دو یا چار آنے کے لئے نماز چھوڑ دیتا ہے وہ دو چار آنے نہیں جانے دیتا۔ ایک عام مزدور ستانے کے لئے بھی نماز نہیں پڑھتا کہ چلو ہاتھ منہ دھو کر فریش ہو جاؤں گا۔ مہمان آ گئے نماز رہ گئی باقی سارا کام ہوا۔ جی نماز نہیں پڑھی مہمان آ گئے۔ طبیعت خراب ہے باقی سارے کام ہوئے آج نماز نہیں پڑھی زکام ہو گیا تھا۔ آج روزہ نہیں رکھا یعنی سب سے کمزور پہلو جو ہے ہمارا وہ اسلام ہے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق ہے مہمان آ جائے تو زد اسلام پہ پڑتی ہے طبیعت خراب ہو جائے تو دین پر عمل چھوٹ جائے نمازیں چھوٹ جائیں گی کوئی ذرہ سی مصروفیت کام کی بڑھ جائے تو جی فرصت نہیں تھی آج نماز نہیں پڑھ سکے۔ یعنی دین ہم نے فارغ وقت کا ایک مشغلہ یا ایک بے کار شغل یا ایک فضول ورزش کر کے اپنا رکھا ہے۔

تو جب ہمارا اپنا رویہ دین کے ساتھ یہ ہے تو اس پر ثمرات کیا مرتب ہوں گے توقعات ہماری ہیں کہ وہ عزت ہماری ہونی چاہئے جو خلفائے راشدین کی تھی ہماری عزت وہ ہونی چاہئے جو صحابہ کبار کی تھیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے لوگوں کی تھی اس طرح ہمارا وقار ہونا چاہئے اور چیزوں کو ہماری خدمت میں سرنگوں رہنا چاہئے۔ بھئی یہ کیسے ہو۔ سو یہ معاملہ ہر فرد کی ذات کا ہے ہماری یہ بھی مصیبت ہے کہ ہم دوسروں کے لئے وعظ بھی کہتے ہیں دوسروں پر تنقید بھی کرتے ہیں دوسروں پر فتوے بھی دیتے ہیں لیکن خود اپنی ذات اپنی بات اپنے حوالے سے نہیں کرتے زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے اور موت کا معین وقت صرف اللہ کریم کے علم میں ہے کوئی بھی لحہ زندگی کا آخری لحہ ہو سکتا ہے اللہ دنیا کی نعمتیں' اولاد' مال و دولت' حکومت و اقتدار' کافروں کو بھی دیتا ہے ایک نظام ہے اس کا اس میں ہر فرد کو جو اس کا حصہ ہے ملتا رہتا ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب اپنا قرب اور آخرت کا گھر بے دینوں کو بدکاری کو اور کافروں کو نہیں دیتا۔ تو اپنے کردار پہ نظر دوڑائیے۔ اپنے اعمال کے نتائج ہم کیا چاہتے ہیں خود اپنی ذات سے یہ سوال کیجئے کہ اگر میں عبادت نہیں کرتا یا نماز روزے میں کوتاہی کرتا ہوں تو کیوں کیا اللہ کی

اطاعت کی میرے ہاں کوئی اہمیت نہیں۔ اور اگر اللہ کی اطاعت کی ہمارے ہاں کوئی اہمیت نہیں تو اللہ کو ہماری کیا پرواہ ہے کہ ہم کس وادی میں ہلاک ہو رہے ہیں ہم ذلیل ہو رہے ہیں یا رسوا ہو رہے ہیں۔ اور کیا قدرت کو کرنی چاہئے چونکہ یہ تو ایک نظام ہے فطرت کا نظم ایسا کمپیٹنٹ اور ایکوریٹ ہے کہ دیکھیں آپ ایک درخت لگاتے ہیں آم کا اسے پانی دیتے ہیں رکھوالی کرتے ہیں اس پر کبھی کیکر کا پھل نہیں لگتا اس پر آم ہی اگیں گے فطرت کا ایک سسٹم ہے کہ آپ نے غلہ بویا اس پر گندم ہی اگی آپ نے جو بوئے اس پر جو ہی اگیں گے آپ نے چنے بیجے اور اس کا فصل اگا اس پر پھل بھی چنوں ہی کا لگے گا اسی طرح جب ہم عظمت الٰہی کی پرواہ نہیں کرتے اس پر جو پھل لگتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ بھی ہماری پرواہ نہیں کرتے قدرت کو بھی ہماری پرواہ نہیں ہوتی کہ یہ کہاں ذلیل ہو رہے ہیں کون انہیں مار رہا ہے کون ان کی گردنیں کاٹ رہا ہے کون انہیں رسوا کر رہا ہے اس کی کیا ضرورت ہے۔

عربی میں ایک خوبصورت محاورہ آتا ہے کہ ایسے لوگوں کی اللہ پرواہ نہیں کرتے کہ وہ کس گھاٹی میں جا کر ہلاک ہوتے ہیں۔ تو اس سارے کی اصلاح اللہ کی توفیق سے ہمارے اپنے بس میں ہے ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے کردار پہ نظر ثانی کر کے توبہ کریں اللہ سے بخشش چاہیں اور جو ٹوٹی پھوٹی عبادت ہوتی ہے اسے دنیا کا ذریعہ بنانے کی بجائے حصول قرب الٰہی کا ذریعہ بنائیں اللہ سے مغفرت اور بخشش چاہیں اور میدان حشر کی آبرو عزت اور وقار چاہیں جہاں ساری مخلوق ہو گی سب کے سامنے رسوائی نہ ہو اللہ کریم عزت دے آخرت کی ہمیشہ کی زندگی اور اس کی آبادی چاہیں اللہ ہمیں اس کی توفیق دے اور اللہ کریم توفیق دے کہ ہم خود اپنا تجزیہ کر کے اس قابل تو ہو سکیں کہ اپنی ایک ذات اپنے ایک وجود کی اصلاح تو کر سکیں اگر کوئی ساتھ اپنے خاندان کی رہنمائی کرنے کے قابل ہو تو یہ اللہ کا احسان ہے حکم ہے اللہ کا

اپنے آپ کو اپنے خاندان کو آگ سے بچانے کے لئے محنت کرو دوزخ سے بچاؤ سب کو

اللہ کریم کا احسان ہے کہ ہم اپنے دوستوں اپنے ملنے جلنے والوں اور اس قوم کی کسی فرد کی اصلاح بھی کر سکیں تو یہ تو اللہ کا بہت بڑا انعام ہے لیکن کم از کم اپنی ایک ذات کی اصلاح یہ ضروری ہے اور اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں۔

بقیہ سستا سودا

سی لگے گی کمپیوٹر ایک سا استعمال ہو گا آپ کی بجلی ایک سی جلے گی بیٹری ایک سی خرچ ہو گی خواہ آپ دوسرے کی خرابی پر سوچتے رہیں خواہ وہی وقت بیٹھ کر آپ اپنی بہتری پر سوچنا شروع کر دیں تو کیوں نہ ہم اپنے ان لمحات کو اپنی بہتری پہ صرف کریں۔

اور یہ بات طے شدہ ہے کہ بھلائی ساری انسانیت کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو کھینچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں تک لے جائیں عقیدہ وہ ہو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا عمل وہ ہو جائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے بات بن جائے گی۔ اللہ کریم ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

ایک بار آپؐ بازار سے گزرے تو غلے کا ایک انبار نظر آیا۔ اس کے اندر ہاتھ ڈالا تو نمی محسوس ہوئی۔ دکاندار سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا۔
"بارش سے بھیگ گیا ہے"۔
ارشاد ہوا۔ "پھر اس کو اوپر کیوں نہیں کر دیا تاکہ ہر شخص کو نظر آئے۔ جو لوگ فریب دیتے ہیں۔ ہم میں سے نہیں ہیں"۔

سوال آپ کا جواب شیخ المکرم کا

سوال : اصطلاح تصوف میں استغراق کا مفہوم کیا ہے؟

جواب : استغراق ایک کیفیت ہوتی ہے جو پہلے تو باقاعدہ کرائی جاتی تھی اور کبھی از خود بھی لوگوں کو ہو جاتی ہے لیکن بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے چھوڑ دی تھیں اور کانٹ چھانٹ کر کے اس کی اصلاح کر دی تھی۔ اس لئے کہ بہت سے مراقبات جو صوفی کرتے ہیں ایسے لوگ جو معاشرے سے ہٹ کر اور رات دن صرف اللہ اللہ ہی کرنے والے ہوتے ہیں ان کی نوعیت اور ہوتی ہے اور جب اس چیز کو عام کیا جائے اور ہر معاشرے کے فرد کو سکھایا جائے تو پھر بہت سی باتیں ایسی ہیں جو ہر آدمی کے لئے مفید نہیں ان میں سے ایک استغراق بھی ہے استغراق ایک کیفیت ہوتی ہے کہ آدمی کی ہوش تو سلامت رہتی ہے لیکن بظاہر وہ بے ہوش نظر آتا ہے۔ اس قدر اس کے روح کا رابطہ ہو جاتا ہے مقامات کے ساتھ یا مراقبات کے ساتھ بظاہر آدمی کا وجود بے حس ہو جاتا ہے لیکن آوازیں سنتا ہے احساس ہوتا ہے۔ ظاہری چیزوں کا بھی اور دنیا کی نسبت اس طرف توجہ زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور یہ باضابطہ کرایا جاتا تھا درختوں سے پتھروں سے کلام کرنے کا ایک طریقہ تھا اس طرح کی بہت سی باتیں تھیں جن میں حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اصلاح فرمائی۔ اب چونکہ کرایا نہیں جاتا تو میرے خیال میں ان کی ضرورت ہی نہیں جب ہم کراتے ہی نہیں، ہوتا ہی نہیں کسی کو، تو اس پر بحث کرنے کا کیا فائدہ۔

سوال : حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ

جواب : بڑی سادہ سی بات ہے تفصیل ساری عمر بیان کرتے رہو تو تفصیل اس کی ختم نہیں ہوتی اور سادہ سی بات یہ ہے کہ محض انسانی سٹرکچر کو اگر کوئی سمجھ لے تو یہ مانے بغیر نہیں رہتا کہ اسے بنانے والا اور اسے چلانے والا جو ہے وہ بہت بڑا قادر ہے بہت بڑا علیم ہے اور بے مثل اور بے مثال ہستی ہے انسان کے ایک خلئے کی ساخت ایک ایک بال کی ساخت اس میں روزمرہ کی تبدیلیاں اور انسان کے اپنے اندر اتنے جہان آباد ہیں کہ شاید خارج میں اتنے نہیں ہوں گے پھر اس کی سوچ، اس کے انداز، اس کے کیلیبر، اس کے آئی کیو، اس کے بے شمار اتنے پہلو ہیں ایک بندے کی ذات میں اور ان میں مسلسل جو عمل ٹوٹ پھوٹ کا اور بننے کا ہے وہ مسلسل تعمیر و تخریب کا ایک مسلسل عمل ہے۔ جو ان چیزوں کو پا گیا جو اپنے ماحول، اپنے معاشرے میں، اپنی ذات کو دیکھ کر سمجھ گیا وہ سمجھ جاتا ہے۔

سوال : اگر کوئی بچہ فوت ہو جائے تو کیا اس کی روح سے کلام ممکن ہے اور جس طرح برزخ میں بعض لوگوں کو کلام بالروح نصیب ہوتا ہے کیا زندہ انسانوں کی روح سے بھی کلام

ممکن ہے۔ لیکن ہمارے ہاں کروائی نہیں جاتی حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے نام کے ساتھ آپ نے کئی دفعہ پڑھا ہو گا۔ مجدد فی التصوف۔ یہ محض عقیدت کی وجہ سے نہیں دیا گیا تھا بلکہ آپ نے اس میں واقعی ایک تجدیدی کارنامہ کیا اور چونکہ یہ دین کا مغز تھا اتنا ضروری تھا جیسے زندگی کے لئے دل کی دھڑکن ضروری ہوتی ہے اسی طرح دین کی بقا کے لئے اس کی ضرورت تھی تو آپ نے بہت سی چیزیں کانٹ چھانٹ کر دیں جن میں عام آدمی کے الجھنے کا اندیشہ تھا جن میں اسے غلطیاں لگنے کا اندیشہ تھا جن میں اس کی گمراہی کا خطرہ تھا اور جو قرب الٰہی کے لئے ضروری نہیں تھیں مثلاً" اگر کوئی درختوں سے بات کر لیتا ہے تو اس سے قرب الٰہی میں کیا ترقی نصیب ہو گی؟ یا اس نے کسی پتھر سے بات کر لی تو اس سے کیا فرق پڑے گا لیکن نقصان کا اندیشہ اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔ پھر اس کے لئے ایک اور استعداد چاہئے کہ وہ سمجھ سکے کہ کلام واقعی مجھ سے درخت نے کیا ہے یا درخت کے پردے میں شیطان بول رہا ہے یا میرا نفس ہی مجھ پر القا کر رہا ہے اور میں سمجھ رہا ہوں درخت بول رہا ہے تو اس میں جو خطرات تھے وہ بہت زیادہ تھے اور اس کا جو مفاد تھا قرب الٰہی کے لئے وہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ تو ایسی بہت سی باتیں حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کانٹ چھانٹ کر اس کی اصلاح کر دی اور اسی وجہ سے آپ کا یہ م نامی جو ہے مجدد فی التصوف' یہ ہم شاگردوں کی طرف سے نہیں ہے بلکہ یہ مشائخ کی طرف سے ہے کہ بہت سی بر ضروری چیزیں تصوف میں آ گئی تھیں جو آپ نے اصلاح فرمائی۔ کسی ایک آدمی کو آپ الگ تھلگ رکھیں یا گنتی کے چند مخصوص دو چار پانچ آدمی تیار کریں ساری زندگی میں تو ان میں وہ استعداد اہلیت آ جاتی ہے کہ ایسی چیزوں سے وہ نباہ کر لیتے ہیں اور گزارا کرتے رہتے ہیں لیکن ہر آدمی میں تو نہیں ہوتی حضرت نے تصوف ہر آدمی کے لئے عام کر دیا۔ حضرت کا مسلک یہ تھا کہ بعض بزرگوں کے اقوال جن کا ہمیں بے حد احترام ہے اب بھی ملتے ہیں کتابوں میں کہ تصوف جو ہے اس کا اظہار جو ہے یہ جائز نہیں ہے اس کا اظہار جو ہے یہ صحیح نہیں ہے اسے ظاہر نہیں کرنا چاہئے' تو حضرت فرماتے تھے کہ اگر یہ دین ہے تو اس کا اظہار واجب ہے دین دوسروں کو بتایا جائے اور اگر یہ دین نہیں ہے تو اسے چھوڑ دیا جائے اس کو اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے کیوں اس کے لئے اہتمام کیا جائے کیوں اس پر مجاہدہ کیا جائے کیوں محنت کی جائے اور اگر دین ہے تو دین میں ایسی کوئی نعمت نہیں جو چند مسلمانوں کے لئے ہو اور باقیوں کے لئے نہ ہو دین تو سب کے لئے ہے اگر یہ دین ہے اور بیسک BASIC دین ہے تو ہر آدمی تک پہنچایا جائے ہر مسلمان تک پہنچایا جائے۔ بات سامنے یہ آئی کہ اس میں بعض امور بعض مراقبات ایسے ہیں جنہیں ہر آدمی نباہ نہیں سکتا آپ نے فرمایا ان مراقبات کو چھوڑا جا سکتا ہے سیدھی سی بات ہے جو چیزیں قرب الٰہی کے لئے ضروری نہیں اب کسی نے روح سے کلام کر لی تو کیا؟ اس میں اس کے درجات بڑھ جائیں گے؟ نہیں کرتا تو کون سے کم ہو جائیں گے بات تو عملی زندگی کی ہے اور تصوف سے اس کیفیت کو مضبوط کرنا مراد ہے جو عملی زندگی میں اطاعت الٰہی کے لئے ہماری مدد کرے معاون ثابت ہو اور گناہ سے بچنے کا سبب بن جائے تو جتنا قلب منور ہو گا جتنے لطائف منور ہوں گے جتنا رشتہ اس کا عالم بالا سے ہو گا اتنی اس میں وہ قوت بڑھتی چلی جائے گی اس لئے وہ تو ضروری ٹھہرا اب یہ جو اضافی چیزیں تھیں یہ تو متقدمین بھی فرمایا کرتے تھے کہ اس قسم کے مشاہدات کے بارے **طَلَبْنٰھَا اطفال الطریقہ** یہ تصوف کے بچوں کے کھلونے ہیں ان کو بہلانے کی چیزیں ہیں کہ اس میں لگے رہیں چھوڑ کر بھاگ نہ جائیں مشکل مشکل مجاہدے ہیں ساری ساری رات جاگنا پڑتا ہے کھانے پینے میں احتیاط کرنا پڑتی ہے تو **اطفال الطریقتہ** جو تصوف و طریقت میں بچے یعنی نئے آنے والے جو لوگ ہیں ان کے لئے یہ ایک سبب بن جاتے ہیں تو حضرت نے یہ چیزیں اس میں سے نکال دیں میرے خیال میں اس کا کوئی فائدہ نہیں

ہاں قوت کلام جب اللہ کریم کی طرف سے نصیب ہوتی ہے تو یہ کمالات ہوتے ہیں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے جو کمال نبی میں ثابت ہوتا ہے وہ وراثتاً منتقل ہوتا ہے اولیاء اللہ میں یہ وراثت چلتی ہے صحیح اتباع پر۔

ایک دفعہ ایک فنڈر نامی عیسائی پادری' نے اس سرزمین ہندوستان میں بڑا اودھم مچایا تھا۔ مصر میں بھی اس نے مسلمانوں کو چیلنج کیا اور دوسرے ممالک میں بھی وہ جو مناظرے کرتا تھا تو علماء کو باتوں میں الجھا لیتا تھا پھر اس کا آخری داؤ ہوتا تھا کہ قرآن کو بھی اور انجیل کو بھی آگ میں پھینک دیتے ہیں دیکھتے ہیں کون سی کتاب سچی ہے اور کون سی سلامت بچتی ہے انجیل کوئی فائر پروف قسم کا کاغذ تیار کر کے اپنے انجیل کا نسخہ بنایا ہوا تھا چونکہ اس وقت یہ چیزیں عام نہیں تھیں اب تو بچے بھی سمجھتے ہیں کہ ایسے لوشن ہیں ہاتھ پر مل لو ہاتھ نہیں جلتا کپڑے پر مل لو کپڑا نہیں جلتا لیکن اس وقت یہ چیزیں عام نہیں تھیں تو لاجواب کر دیتا تھا۔ ایک بزرگ کی حضرت بات فرماتے تھے کہ وہ اس سے ملے اور انہوں نے اسے سر عام کہا تھا بھئی سادہ سی بات ہے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے جو معجزات ہوتے ہیں وہ ان کے جو سچے پیروکار جنہیں ولی اللہ کہتے ہیں ولی ہم اس کو کہتے ہیں جو نبی علیہ السلام کا حقیقی پیروکار ہو تو ان میں بطور کرامت منتقل ہوتے ہیں ہم تو سب نبیوں کو مانتے ہیں تم مانتے ہو عیسیٰ علیہ السلام کو تو عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ یہ تھا کہ وہ کسی بھی پرانی قبر پر دعا مانگتے مردہ زندہ ہو جاتا تو یہ مناظرہ جو ہے اس کا فیصلہ اس طرح کرتے ہیں کہ تمہارے یعنی بقول تمہارے تم مانتے ہو ہمیں تم کہتے ہو تم ماننے والے ہی نہیں یہ ہم کہتے ہیں کہ ہم سب نبیوں کو مانتے ہیں تمہارے خیال کے مطابق تو ہم عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی نہیں کر رہے اور تم ہمیں اس کی طرف بلا رہے ہو تو فیصلہ اسی پہ رکھتے ہیں کہ کسی بھی قبر پر جا کر دعا مانگتے ہیں دیکھتے ہیں تمہاری دعا سے مردہ زندہ ہو جاتا ہے یا میری دعا سے۔ تو جس کی دعا سے مردہ زندہ ہو گا۔ وہ مذہب حق پر وہ بندہ جس مذہب پر ہے وہ مذہب حق ہو گا۔ اس شرط سے وہ بھاگ گیا حضرت فرماتے تھے کہ اس کے بعد اس نے چیلنج کرنا ہی چھوڑ دیا یہ ہوتے ہیں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے معجزات۔

جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے کہ مکہ کے وہ درخت اور پتھر جن کے پاس سے وہؐ قبل بعثت بھی گزرتے تو وہ یا نبیؐ اللہ کہہ کر سلام عرض کیا کرتے تھے تو یہ ساری چیزیں کمالات انبیاء علیہم السلام میں ثابت ہوتے ہیں اور سب ممکن ہیں اولیاء اللہ میں منتقل ہوں اللہ قادر ہے جسے جو نعمت عطا کر دے۔

سوال : کیا آپ کی طرف سے کسی شخص کو ظاہری بیعت لینے کی اجازت ہے؟

جواب : فی الحال تو کوئی نہیں۔ اس لئے کہ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اس کو ایک مرکز پہ رکھا تھا اور آپ کی زندگی میں کوئی اجازت نہیں تھی کسی کو بیعت لینے کی۔ اور وصال سے پہلے جو وصیت حضرت نے کی تھی اس میں بھی بیعت ظاہری کے ساتھ فنا فی الرسولؐ کی بیعت جو ہے وہ بھی محدود کر دی تھی آپ نے اگرچہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے دو چار ساتھیوں کو ظاہری بیعت لینے کی اجازت دی تھی خاص وجوہات کی بنا پر۔ ایسے علاقوں میں جہاں سے لوگوں کا یہاں پہنچنا ممکن نہیں تھا بلوچستان وغیرہ کے دور دراز علاقوں میں کچھ لوگ تھے صرف ان کے لئے حضرت نے اجازت دی تھی وہ بھی حضرت کی اس ایما پر ان کی BEHALF پر۔ اپنی بیعت نہیں لیتے تھے بیعت ان کی حضرت جی کے لئے لیتے تھے حضرت کی طرف سے نمائندہ بن کر جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا تھا کہ میری طرف سے بیعت لے لو بہت سی خواتین نے بھی بیعت کرنی تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت رش تھا مردوں کا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خواتین سے تم میری طرف سے بیعت لے لو وہ بیعت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نہیں تھی وہ

بیعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ لی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تھی تو حضرت نے بھی اس طرح بعض مجبوریوں کی بنا پر اجازت دی تھی مجھے ابھی تک کوئی ضرورت پیش نہیں آئی میں ایسی ایسی جگہوں میں جاتا ہوں جہاں صاحب مجاز حضرات نہیں جاسکتے اور میرے خیال میں جاسکنے کی ہمت بھی کم لوگوں میں ہو گی بہت مشکل جگہوں پر چلا جاتا ہوں اس لئے میں نے کسی کو بیعت لینے کی اجازت دی ہی نہیں۔ ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔

سوال : دیکھا گیا ہے کہ بعض ذکر کرانے والے احباب دوران ذکر ساتھیوں میں تیزی پیدا کرنے کے لئے زور زور سے "اللہ اللہ" یا "قوت سے، زور سے ذکر ہو" بولتے ہیں کیا یہ درست ہے؟

جواب : میں بڑی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ نہ بولنا صحیح ہے۔ اب اگر کوئی بولتا ہے تو اس کی زبان تو ہم سے نہیں کاٹی جا سکتی۔ محض جذبات میں لا کر تیزی پیدا کرنے کی ضرورت نہیں ہے تیزی نافع وہ ہے جو اس راستے پہ پیدا ہو آپ کسی کو شعر سنا کر غزلیں سنا کر اس کے جذبات میں انگیخت پیدا کر کے تیزی سے پیدا کریں وہ نافع نہیں ہے وہ مفید نہیں ہے بندے کو آپ پاگل تو کر سکتے ہیں مگر اس سے برکات پیدا نہیں ہوتیں چونکہ یہ معاملہ جذباتی نہیں ہے اس کی بنیاد حقائق پر ہے اس کا رابطہ اس طرف اتنا ہو کہ اس میں از خود تیزی آئے گرمی پیدا ہو ۔

کار مرداں روشنی و گرمی است
کار دوناں حیلہ و بے شرمی است

ہیرا پھیریاں کر کے گرمی پیدا کرنا یہ نامردوں کا کام ہے اور مردوں کا کام یہ ہے کہ توجہ سے گرمی اور تیزی پیدا کرے۔

سوال : جن لوگوں کو اپنے علاقہ میں تعویز لکھ کر دینے کی اجازت دی گئی ہے کیا وہ دارالعرفان میں احباب اور لوکل لوگوں کو تعویز دے سکتے ہیں؟

جواب : میں نے نہ کسی کو تعویز لکھ کر دینے کی اجازت دی ہے نہ میں تعویز لکھ کر دینے کے حق میں ہوں۔ میں خود جو لکھ کر دیتا ہوں یہ بھی انتہائی مجبوری میں کہ بعض لوگ اگر انہیں تعویز نہ دیئے جائیں تو اللہ پر بھروسہ کرنے کو ان کا جی نہیں چاہتا۔ کسی نہ کسی بدکار کے پاس سے لینے چلے جائیں گے۔ پھر یہ ایک مسنون طریقہ علاج بھی ہے، شرعاً" اس کی اجازت بھی ہے لیکن ہر ایک کو اجازت دی جائے تو اس شرعی حد سے لوگ آگے چلے جاتے ہیں اور تعویز سے زیادہ اپنی ذات کو اہم بنا لیتے ہیں اور اپنے گرد ایک حلقہ بنا لیتے ہیں اور خود ایک منی پیر بن جاتے ہیں۔ تو میں ان منی پیر خانوں کے خلاف ہوں اور اس اپنے ادارے کو بھی پیر خانہ نہیں بنانا چاہتا۔ سیدھا سیدھا سا جیسے استادی شاگردی کا رشتہ ہوتا ہے لوگ آئیں لوگ سیکھیں اور لوگ اپنا اپنا کام کریں یہ جو پیری مریدی کا تصور ہمارے ہاں رائج ہے وہ اس SUBCONTINENT میں، برصغیر میں، ہندو ازم سے آ گیا ہے کہ جس طرح برہمن مسلط ہوتے ہیں ہندوؤں پر اس سے کہیں زیادہ سوار ہے مسلمانوں کی گردنوں پر۔ تو یہ ایک رکاوٹ ہے دین کے احیاء میں۔ لوگ پیر کو سلام کر کے پیسے دے کے بے فکر ہو جاتے ہیں سمجھتے ہیں ہم نے دینی ذمہ داری پوری کر لی اسی طرح دین دار اور دینی علم رکھنے والا ایک طبقہ جو علماء کا ہے وہ اس ملک میں نفاذ اسلام کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ یہ ایسے نیک لوگ ہیں اللہ کے بندے کہ دین پڑھ کر پھر نہ یہ سیاسیات پڑھتے ہیں نہ معاشیات پڑھتے ہیں نہ یہ زمانے کو دیکھنے کی تکلیف گوارا کرتے ہیں تو معاشرے میں فٹ تو ہو نہیں سکتے نہ معاشرے کو سمجھ سکتے ہیں تو مسجد میں بیٹھے ہوئے ہر بندے پر پتھر پھینکتے رہتے ہیں ہر ایک کو کافر کہتے رہتے ہیں ہر ایک کے ساتھ لڑتے رہتے ہیں تو یہ صورت حال جو ہے یہ دین کے احیاء میں بہت بڑی روکاوٹ بنی ہوئی ہے یہ پیروں والا اور علماء والا محاذ اگر سیدھا ہو جائے اور یہ اپنے آپ کو عام آدمی سمجھنے لگیں تو معاشرے میں بہت بڑی تبدیلی آ سکتی ہے اور اگر کسی کے پاس دین ہے دینی علم ہے تو اسے اللہ کا

انعام سمجھے مصیبت یہ ہوتی ہے کہ ہم علم کو اللہ کا انعام نہیں بلکہ سمجھتے ہیں کہ میں کچھ ہوں اس لئے مجھے علم دیا گیا۔ اسلام کہتا ہے علم تو اللہ کا نور تھا اس نے تجھ پر احسان کیا تجھے دے دیا اب تجھ سے محاسبہ ہو گا کہ میں نے تجھے اتنی نعمت دی تھی اس کا تو نے کیا کیا۔ ہمارا نظریہ یہ بن جاتا ہے کہ شاید مجھ میں کوئی بڑی خوبی تھی اس لئے یہ مجھے ملا دوسرے لوگ جو ہیں وہ میرے جیسے نہیں ہیں اسی طرح پیر کا مقام یہ تھا کہ اگر میں ساری دنیا میں کام کر رہا ہوں تو مجھے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ کام لینا چاہے تو جانور سے درخت سے پتھر سے یا کسی بھی انسان سے لے سکتا ہے اگر وہ مجھ سے لے رہا ہے تو یہ کمال میرا نہیں یہ کرم اس کا ہے کہ وہ مجھ سے لے رہا ہے، وہ چاہے تو لیتا رہے جب وہ نہ چاہے یا ناراض ہو گا تو کسی اور کو دے دے گا جسے وہ حکم دے جس سے وہ لینا چاہے گا اس میں استعداد آ جائے گی اللہ کریم کے کاموں کا یہ حال ہوتا ہے۔

دوسری بات جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی یہ علماء اور پیروں کو خاص طور پر یاد رکھنی چاہئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے يُؤَيِّدُ اللّٰهُ هٰذَا الدِّيْنَ بِرَجُلٍ فاجر او كما قالَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ جب چاہتا ہے تو کسی بدمعاش سے بھی دین کی خدمت کرا لیتا ہے اگر سیدھا ترجمہ کیا جائے رَجُلٍ فَاجِرٍ کا تو اردو میں بدمعاش بنتا ہے تو ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ممکن ہے میں فرشتہ نہ ہوں میں تو بدکار ہی ہوں اللہ مجھ سے دین کی خدمت لے رہا ہے۔ تب تو بات بنے لیکن ہم میں سے ہر مولوی ہر پیر خود تو وہ عرش نشین ہو گیا فرشتہ بن گیا اور پھر وہ چاہتا ہے کہ وہ "جو میری رائے ہے وہ سب پر مسلط ہو جائے میں تو عالم امر کی شے ہوں اور یہ لوگ جو ہیں ان کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں" ہمارا یہ جو طرز عمل ہے یہ دین کی نفاذ میں اور دینی حکومت بننے کی راہ میں سب سے بڑی روکاوٹ ہے اور جو لوگ حکومت کر رہے ہیں وہ اس طرز عمل پر بڑی شاباش دیتے ہیں اور بک اپ کرتے ہیں۔

میں ان پیر خانوں کو اور پیروں کو مافوق الفطرت سمجھنے کی بجائے ان سب باتوں کے خلاف ہوں نہ میں خود پیر ہوں اور نہ میں کوئی منی پیر خانے بنانے کی اجازت دیتا ہوں سیدھا سیدھا ہمارا کام ہے ڈانگ سوٹے کا جس سے ہو سکتا ہے وہ کرے جس نے پیر بننا ہے تعویزوں کی اجازت لینی ہے کہیں اور سے لے۔ مجھے اگلے دن بھی کسی کا خط آیا کہ لوگوں کی خدمت کرنے کے لئے فلاں قسم کے تعویز کی اجازت دے دیں۔ میں نے کہا بھئی تمہیں پیر بننا ہے تو اور گھر تلاش کرو۔ مار کھانی ہے تو ہمارے پاس آ جاؤ پیر بننا ہے تو کوئی اور دروازہ تلاش کر لو نہ میں نے کسی کو تعویزوں کی اجازت دی ہے دو چار ساتھیوں کو اگر دی تھی تو ان کی اپنی کسی خاص مجبوری یا کسی خاص ضرورت کے لئے تھی پیر بننے کے لئے نہیں۔ تو جو دیتا ہے جو لیتا ہے وہ دونوں اپنے لینے دینے کے خود ذمہ دار ہیں۔ یہاں بھی اور میدان حشر میں بھی۔ میں اس کا کوئی ذمہ دار نہیں کسی کو فائدہ ہوتا ہے یا نہیں ہوتا کسی کا عقیدہ خراب ہوتا ہے یا صحیح ہوتا ہے کرنے والا اور لینے اور دینے والا آپس میں ذمہ دار ہیں۔

سوال : کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے جس کی داڑھی سنت کے مطابق نہ ہو؟

جواب : بیت اللہ میں تو کسی کی سنت کے مطابق نہیں امام کعبہ جتنے ہیں پتہ نہیں پھر ہوتی ہے یا نہیں ہوتی وہاں پوچھ لینا۔ میں نے تو جتنے دیکھے ہیں کسی کی بھی نہیں۔ نماز فاسق و فاجر کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے لیکن مستقل نہیں۔ مستقل امامت جو آدمی کرتا ہے اس کی داڑھی یہ الگ بات ہے کہ کسی کی داڑھی کے بال اتنے بڑھتے نہیں اس پر بھی لوگ فتویٰ لگا دیتے ہیں یہ الگ بات ہے لیکن عمداً "کٹوا کر سنت سے کم از کم ایک مشت سے کم نہ کرے اس مشت میں بھی پھر علماء کے کئی گروہ ہیں بعض اس مشت کو یہاں سے لیتے ہیں یہاں سے لیں تو پھر سب کی سنت بن جاتی ہے اور بعض تھوڑی کے نیچے سے لیتے ہیں تھوڑی کے نیچے سے لیں تو تھوڑی سی لمبی ہو جاتی ہے کوئی سمجھ نہیں آتی

کہ اصل کیا ہے میرے خیال میں داڑھی میں بھی معقولیت جو ہے نا ہر کام میں معقولیت ہی اچھی بات ہے اور اڑھائی تین انچ اگر بال لمبے ہوں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ سنت کے مطابق ہے۔ پھر بعض اوقات کسی کے بال جو ہیں وہ گھنگریالے ہوتے ہیں وہ ویسے لپٹے ہوئے ہوتے ہیں لیکن انہیں پکڑ کر کھینچو تو وہ پانچ پانچ چھ چھ انچ لمبے ہوتے تو اسی طرح سے فتوے نہیں لگانے چاہئیں۔ بلکہ ہر اس شخص کو جو داڑھی رکھتا ہے خود یہ اہتمام کرنا چاہیے کہ وہ داڑھی نہ منڈوا کر حرام سے بچ جائے۔ یعنی داڑھی کو استرے سے صاف کروانا شرعاً حرام ہے نہ منڈوا کر حرام سے بچ گیا سنت کا ثواب تب ہی ملے گا جب اس کی داڑھی کم از کم ڈھائی تین انچ لمبے بال ہوں تو سنت کا اتباع ہے اور اگر کوئی شخص مستقل امام ہے تو اس کی داڑھی اسے کوشش کرنی چاہیے کہ سنت کے مطابق ہو۔

سوال : بعض مساجد میں لکھا ہوتا ہے یا غوث اعظم مدد ایسی مساجد میں جماعت سے نماز پڑھنا نماز درست ہو گی۔

جواب : نماز پہ کیا فرق پڑتا ہے کہ بھئی پتہ نہیں کس نے لکھا کیا لکھا اور اسے کیا مدد چاہئے اس نے یہ تو نہیں لکھا کہ کیا مدد چاہئے۔

ہمارا یہاں ایک رشتہ دار ہوتا تھا بزرگ تو وہ سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ کے کسی خلیفے کا مرید تھا وہ اسے بھی سلطان صاحب ہی کہا کرتا تھا۔ جب کسی کا نام مشہور ہو جاتا ہے تو جس طرح ساون میں مینڈک نکل آتے ہیں خلیفے بھی جگہ جگہ نکل آتے ہیں کوئی انسٹی ٹیوشن تو ہے نہیں کہ کسی نے سرٹیفائی کرنا ہے کہ خلیفہ ہے یا جس نے دعویٰ ٹھونک دیا خلیفہ بن گیا تو یہ بڑا تماشہ ہوتا ہے ان کی ایک دفعہ گدھی گم ہو گئی۔ گدھی وہ قیمتی رکھتے تھے ان کی زمینیں دور دور تھیں روزانہ جتنا مویشیوں کا گوبر وغیرہ ہوتا تھا وہ سویرے گدھی پر لاد کر کھیتوں میں جا کر ڈالتے تھے یہ ہمارے سارے زمینداروں کا طریقہ ایسا ہے تو وہ گدھی شام کو گھر نہ آئی گم ہو گئی۔ سب نے شور کیا کہ بڑی قیمتی گدھی ہے چور لے جائیں گے یہ ہو گا وہ ہو گا۔ وہ کہنے لگا سلطان صاحب ہی لائیں گے تلاش کر کے اب رات کو ہم تو نہیں جا سکتے سلطان صاحب ہی ڈھونڈ کر لائیں گے۔ میں نے کہا بھئی ساری عمر سلطان صاحب کی خوشامد کی تم نے لیکن کام خوب لیا سلطان صاحب سے۔ زندگی میں تو پتہ نہیں انہوں نے گدھیا تلاش کی تھی یا نہیں برزخ سے بلا کر آپ نے اسے خوب کام پر لگایا۔ تو یہ مدد کے لئے لکھنے والا پتہ نہیں گدھی تلاش کروانے کے لئے لکھتا ہے یا کسی اور مدد کے لئے وہ لکھنے والا جانے اور اس کا کام جانے۔ مسجد تو مسجد ہے۔

اگر کوئی شخص یہاں غلط لفظ لکھ دیتا ہے یا صحیح لکھ دیتا ہے تو لکھنے والے کی ذمہ داری الگ لیکن مسجد کا مسجد نہ رہنا تو اس لکھنے سے نہیں بنتا مسجد تو مسجد ہے اس میں مسجد کا تو قصور نہیں ہے نماز تو ہو جائے گی۔

سوال : موجودہ دور میں تصویر بنانا زندگی کا ایک لازمی جزو بن چکا ہے اس صورت میں صوفی کیا کرے؟

جواب : صوفی بھی بنوائے اور کیا کرے گا۔ ضرورت کے لئے میاں ہر ایک کو بنوانی پڑتی ہیں موجودہ عہد کے جو فاضل ہیں ان کی جو تحقیق ہے وہ یہ ہے کہ ہر حکم شرعی کے پیچھے ایک لیم ہوتی ہے ایک غرض ہوتی ہے ایک ایسا سبب ہوتا ہے جو اس کا باعث بنتا ہے اگر وہ سبب ہٹ جائے تو وہ حکم اس کی صورت بدل جاتی ہے۔ جیسے نشہ حرام ہے اب نشہ اگر کسی چیز میں آج نہیں ہے تو وہ حلال ہے لیکن اسے رات رکھنے سے کل اس میں نشہ آ جائے تو وہی چیز حرام ہو جائے گی جیسے کھجور سے نبیذ بناتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں وہ بناتے تھے وہ نبیذ اگر تازہ پی لی جاتی تو وہ ایک مشروب تھا مزے دار لیکن اگر آپ نے آج بنائی اسے رکھ دیا آپ کل پیئیں گے تو وہ نشہ ہو گا۔ آج حلال تھی کل حرام ہے یہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ اس میں سے علماء نے یہ صورت اخذ کی کہ اس کی جو لیم ہے یعنی وجہ تو نشہ تھا نا نبیذ تو نہیں تھی اس میں نشہ آ گیا تو

وہی حرام ہو گئی نشہ نہ ہو تو حرام نہیں ہے تو تصویر میں بھی جو عبادت کا، تقدس کا، یا اس سے مدد لینے کا یا اس میں خدائی طاقتیں بت میں یا تصویر میں جو ایک تصور تھا اگر وہ عقیدت آج بھی ہو تو حرام ہے اگر وہ عقیدت نہ ہو تو پھر اس میں وہ حرمت نہیں رہتی۔ آپ اپنے شناختی کارڈ کے لئے تصویر بناتے ہیں آپ کے ہر نوٹ پر تصویر لگی ہوئی ہے آپ جدھر جاتے ہیں ساری تصاویر ہی تصاویر ہیں تو وہ اسی ضرورت کے تحت آ جاتی ہیں اس سے آگے بڑھ کر کسی نے اپنی یادگار کے لئے اپنے پاس رکھنے کے لئے بنا لی تو اس پہ وہ حرمت نہیں آئے گی اگر اس پہ کوئی جواز نہ ہوا تو گناہ ہو گا تو گناہ بھی بندوں سے ہو ہی جاتے ہیں۔ پھر کیا کیا جائے۔

سوال : بعض جگہ بعض نماز جنازہ صفیں توڑ کر تین تین بار سورۃ فاتحہ اخلاص پڑھتے ہیں۔

جواب : ارے ہم تو کہتے ہیں لوگ جنازہ نہیں پڑھتے کہیں پڑھتے تو ہیں نا یہ بھی شکر کرو یہ ایک متبادل صورت علماء نے دی تھی کہ جنازے کے بعد لوگوں نے بنا لیا دین کا حصہ کہ جنازے کے بعد دعا کی جائے تو وہ آدمی مسلمان ہے جنازے کے بعد دعا نہیں مانگتا وہ مسلمان ہی نہیں ہے اگر تو یہ اس بات پہ ہی رہتا ہے کہ چلو دعا ہی مانگ لی کوئی حرج نہیں تو بھی خیر تھی اسے ضروری بنا لیا۔ تو چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور صحابہ کرامؓ سے جنازے کی نماز کے بعد دعا ثابت نہیں ہے جن احادیث میں ثابت ہے وہ غائبانہ جنازہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا تھا جہاں میت دفن کرنے کے لئے نہیں تھا جیسے نجاشی بادشاہ کا پڑھا گیا یا ایک جنگ میں چھ سات سالار شہید ہوئے تھے ان کا پڑھا گیا۔ تو وہاں میت دفن کرنے کے لئے نہیں تھا غائبانہ جنازہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا اور اس کے بعد دعا کر دی جتنے جنازوں میں میت کا جنازہ پڑھا گیا تو اس میت کو جنازے کے بعد اٹھا کر قبر پر لے گئے قبر پر مٹی ڈالی گئی اس کے بعد وہاں دعا کی گئی یعنی ایک عمل ہے تا کہ وہ مکمل کر کے دعا ثابت ہے۔ تو لوگوں نے ہر جنازے کے ساتھ دعا شروع کر دی۔ ایک مرتبہ میں کھیوڑے گیا وہاں ایک آبادی ہے اوپر اسے بنگلہ کہتے ہیں گاؤں اونچی جگہ پر ہے وہاں ایک مولوی صاحب ہوتے تھے وہ حج پڑھایا کرتے تھے دو رکعت نماز پڑھاتے تھے یہاں حج کی حالانکہ اصل حج میں کوئی نماز ہے ہی نہیں وہاں تو ظہر، عصر ہی پڑھتے ہیں نا کوئی حج کی الگ نماز تو ہے ہی نہیں۔ عرفات میں جو پہنچ گیا حج ہو گئی۔ باقی ارکان ہیں طواف ہے یا سعی ہے لیکن اس کے بعد منی سے اٹھ کر عرفات میں پہنچ گئے تو حج ہو گیا وہاں ظہر عصر کی نماز دو دو رکعت پڑھی جاتی ہے یہاں دو رکعت نماز نفل پڑھاتے تھے حج کے اور اس پر پیسے لیتے تھے۔

تو اسی طرح کسی مولوی نے کسی کو خوش کرنے کے لئے ٹھوک دی کہ بھئی تیرے باپ کا تو جنازے کے بعد بھی دعا پڑھیں گے وہ بن گیا۔ اب ہمارے اسلام کا حال یہ ہے کہ وہ کوئی آدمی گر پڑا تھا چوتھی پانچویں منزل سے اور مر گیا تو سب نے ٹٹول کر دیکھا تو کہنے لگے اللہ کا شکر ہے لات بازو تو سلامت ہیں ہاتھ پاؤں تو کوئی نہیں ٹوٹا۔ یعنی ہم ان فضولیات پر زیادہ زور دیتے ہیں اسلام کی جو اصل ہے کہ اللہ کی توحید پہ اعتماد ہو اللہ کی قدرت پر اعتماد ہو اللہ کی اطاعت کے لئے زندگی گزاری جائے یہ تو ہیں جان اسلام کی اسے تو ہم نے چھوڑ دیا یہ ہیں اس کے ساتھ لگی ہوئی بعض باتیں جن میں بعض غلط ہیں ہم یہ کہتے ہیں جنازے کے بعد جس نے دعا مانگ لی یہ تو ولی اللہ ہے باقی خواہ حرام کھاتا ہے نماز نہیں پڑھتا زندگی میں صرف جنازہ ہی پڑھا ہے۔ اس کو ہم نہیں پوچھتے تو چلو ٹانگ بازو تو نہیں نا ٹوٹا مر گئے تو خیر ہے مرنا تو ایک دن ہے۔ تو یہ غیر ضروری باتیں اس طرح کی آ گئی تھیں تو علماء نے یہ ایک حل نکالا تھا کہ چلو کم از کم صفیں توڑ دو تو یہ الگ سے نماز بن جائے گی نماز جنازہ کا حصہ تو نہ بنے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نماز جنازہ کے ساتھ دعا نہیں کی اور آپ نماز پڑھ کے اسی صف میں دعا کرتے ہیں تو اس کا حصہ بنتی نظر آتی ہے تو اس سے بچنے کی ایک صورت علماء نے یہ دی تھی تو یہ صفیں توڑ کر

جو مانگ لیتے ہیں اگر اس سے آدمی بچ سکے بجائے شور شرابے میں کہ ایک نیا فتنہ کہیں کھڑا کیا جائے۔

ہم تو کبھی آرام سے نکل آتے ہیں کبھی مانگتے ہیں کبھی نہیں مانگتے جیسی صورت حال ہو گزارا کرتے ہیں اور اب تو میرے پاس فرصت نہیں ہوتی جنازوں میں جانے کے لئے بچے ہو آتے ہیں پتہ نہیں مانگتے ہیں نہیں مانگتے۔ وہ جانے اور ان کا کام۔

سوال : ابتدا سے المرشد اور سلسلہ کی کتابوں میں فوٹو شائع نہیں ہوئے لیکن غبار راہ میں فوٹو شامل ہیں؟

جواب : غبار راہ سلسلہ کی کتاب نہیں ہے سفر نامہ ہے آپ اور سفرنامے بھی لے کر پڑھیں تو غبار راہ کے فوٹو جو ہیں وہ کسی خاص شخص کو دکھانے کے لئے نہیں ہیں بلکہ وہ ان علاقوں ان کی تہذیب اور ان لوگوں کے تمدن کی عکاسی کرتے ہیں اور اس سفرنامے کی جو چیز (CONVEY) کرنا چاہتا ہے اس کا ایک حصہ ہوتا ہے میں نے انہیں یہ کہا تھا کہ جلد اول سے لے کر آخر تک سارے میں جہاں جہاں کے حالات ہیں وہاں کے فوٹو لگاؤ لیکن یہ بھی آپ لوگوں سے ڈر گئے فتوؤں سے انہوں نے نہیں لگائے یہ تھوڑے سے انہوں نے میرے اصرار پر لگائے ہیں اس پر کوئی راضی ہوتا ہے یا ناراض اس کی مرضی ہیرا پھیری میں نہیں کرتا میں سیدھی سیدھی بات کیا کرتا ہوں چونکہ غبار راہ جو ہے وہ آپ کے سلسلہ کی اور آپ کے لئے نہیں ہے وہ معاشرے کے اس طبقے کے لئے ہے جو دین کا نام نہیں سننا چاہتے لیکن دنیا کی سیاحت کو جاننا چاہتے ہیں تو ہم نے اس دنیا کی سیاحت میں بھی دین کی بات ان تک پہنچانے کی کوشش کی ہے یہ دنیا کی بات اس لئے سننا چاہتے ہیں کہ افریقہ کی تہذیب کیسی ہے۔ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ جاپان میں لوگ کیا کرتے ہیں۔ ان کو خبط ہے کہ چین میں کیا ہوتا ہے یہ سننا چاہتے ہیں کہ امریکہ کا معاشرہ کیسا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ ہم نے یہ کوشش کی ہے کہ اسی میں دین کی بات بھی چلتی رہے جو شوگر کوٹڈ ہے اس سارے میں دینی جو بات ہے وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو OTHER WISE آپ سے دین کی بات نہیں سنتے تو ان تک اس بات کو پہنچانے کے لئے ان کی دلچسپی قائم رکھنے کے لئے وہاں کے لوگوں کی بودوباش وہاں کے گھر وہاں کے چولہے وہاں کی موٹریں وہاں کی سڑکیں وہاں کے جنگل وہاں کے راستے انہیں دکھانے کے لئے اس میں جو تصویریں آئی ہیں وہ ساری اس بات کے لئے ہیں اور وہ اس کی تعلیم کا ایک حصہ ہیں وہ آپ کے سلسلے کی کتاب نہیں ہے وہ تو کسی کا سفرنامہ ہے۔ تو آپ اسے اس انداز سے دیکھیں گے کہ کسی نے سفرنامہ لکھا ہے۔ وہ ہے بھی سفرنامہ اور اس کا نام بھی غبار راہ ہے۔ اور میں تو اب بھی عرض کروں گا اپنے اس ادارے سے کہ از راہ کرم اس پہلے کی جو تصاویر موجود ہیں اس میں بھی دیں اس میں عجیب و غریب علاقوں کی باتیں ہیں ان پہاڑوں کی بلندیوں کی باتیں ہیں جہاں عام آدمی نہیں جاتا اور جو بچ **ہائیکنگ** والے جاتے ہیں وہ بھی بارہ ہزار تیرہ ہزار یا پھر پندرہ ہزار سے اوپر گیس کے سلنڈر کے بغیر نہیں جاتے اور ہم بیس ہزار تک بغیر گیس کے گئے تھے بڑے بڑے جواں مردوں نے دم توڑ دیا تھا مقامی لوگ بھی رہ گئے تھے چلنے سے۔ لوگوں کو وہ دیکھنا چاہئے کہ آدمی کہاں تک کر سکتا ہے کیا کر سکتا ہے کس جگہ کیا ہوتا ہے وہ اس غرض سے ہیں اس میں ان میں کوئی تقریری پہلو نہیں ہے نہ اس میں کوئی تقدس کا پہلو ہے اس میں زندگی کے مختلف گوشے ہیں۔ مختلف حکومتوں کے مختلف تعمیراتی کام مختلف علاقوں کے لوگوں کے رہنے کے انداز اس میں وہ منعکس کئے گئے ہیں۔ اور وہ اس طرح کی تصاویر اس میں دی گئی ہیں۔ اور میں تو اب بھی ادارے والوں سے ریکوسٹ کرتا ہوں اگر آپ اسے ری پرنٹ کریں تو اس پوری کتاب میں جتنے مضامین ہیں ان علاقوں کی تصاویر میں نے لی تھیں اس غرض کے لئے لیکن انہوں نے فتوے سے ڈرتے ہوئے نہیں چھاپیں۔ میں تو اب بھی یہ چاہتا ہوں کہ اس میں چھپیں ہمارا وہ طبقہ جو محض سیاحت پڑھنا چاہتا ہے اسے زیادہ سے زیادہ جانے اور اسی

وجہ سے کچھ نہ کچھ دین کی بات بھی سنیں اور یہ بھی وہ سمجھ لیں وہ لوگ کہ جو لوگ دین دار ہوتے ہیں وہ بے کار نہیں ہوتے کہ چونکہ ہمارے ہاں یہ تصور ہے کہ نماز روزہ کرنے والے لوگ نکمے اور بیکار ہوتے ہیں انہیں یہ بھی پتہ ہو کہ ان میں بھی کام کرنے کی کوالٹی ہوتی ہے اور یہ بہت بڑے بڑے کام کرتے ہیں۔ بہت دور تک آتے جاتے ہیں کیونکہ جتنے سفرنامے آپ کو ملیں گے ان میں آپ دیکھیں گے کہ یہ سارا ہمارا جو اسلام سے بڑا ڈرا ہوا طبقہ ہے انہی کے لکھے ہوئے ہیں اور سارے وہ دین کے خلاف اور دین پر طنز کر کے لکھتے ہیں اور جتنی خصوصاً" شاعری کی کتابیں ہیں اور سفرنامے ان میں جتنا دین کا مذاق اڑایا جائے اتنے وہ زیادہ مقبول ہوتے ہیں آپ کبھی اس صنف کو پڑھ کر اور دیکھ کر دیکھیں تو مقبول ترین شعراء احمد فراز جیسے فیض احمد فیض جیسے ملیں گے جنہوں نے ساری عمر اللہ کا دین کا مذہب کا دینداروں کا مذاق اڑایا اور آپ کو سفرنامے بھی اگر ملیں گے تو مستنصر تارڑ اور اس طرح کے لوگوں کے جو اس کے ساتھ دین کا مذاق اڑاتے ہیں انہی کے ملیں گے آپ کو ایسا کوئی سفرنامہ یا ایسی کوئی کتاب شاذو نادر ہی ملے گی جس میں کوئی دین کی بات بھی ہو۔ ایک ہمارا جسے دانش و رہم کہتے ہیں نا یہ عموماً" سر سے گنجے موچھیں منی ہوئی داڑھی منی ہوئی بھربھٹے صاف اور چھوٹا سا کرتہ اور ایک تنگ سی پتلون اور یہ دانش ور ہوتا ہے نہ اس کا آگانہ پیچھا نہ پتہ چلتا ہے نر ہے یا مادہ ہے تو اسے دانش ور کہتے ہیں۔ تو یہ سارے دین کے اور دین کا مذاق اڑانا جو ہے یہ ان کے ادب کا کمال ہے جتنا بھی کوئی اللہ کی عظمت کے خلاف دین کے خلاف بات کرے گا اتنا وہ زیادہ اس میں مقبول ہوتا جائے گا تو وہ ان کے مقابلے میں ہم نے اپنا سفرنامہ لکھا ہے اور اس میں جہاں جہاں گئے ہیں وہاں کی معاشرت زیر بحث لائے ہیں ان کے معاشی مسائل زیر بحث لائے ہیں ان کے تہذیبی مسائل زیر بحث لائے ہیں ان کے عقائد زیر بحث لائے ہیں اور پھر اس سارے پس منظر میں حقیقی عقیدہ کیا ہے اس کی بات بھی کر دی ہے اور یہ اتنا مشکل کام ہے کہ اتنی چھوٹی سی کتاب کو اتنے ہمہ گیر رخ دینا یہ جو لوگ ادب سے واقف ہیں وہ کبھی جب ہم نہیں ہوں گے تو یاد کریں گے۔ ایک بہت بڑی بیس پچیس جلدوں میں بہت سے مضامین سمو دینا یہ بڑی بات نہیں لیکن ایک اتنی سی کتاب میں روئے زمین کے لوگوں کی تہذیبیں ان کے عقائد وہاں کی حکومتوں کے کام وہاں کے معاشرے کی سوچ اور پھر اس میں دین کی بات بھی کرنا یہ آسان کام نہیں ہے یہ محض اللہ کا کرم ہے کہ اللہ نے یہ کام لینا چاہا اور ہو گیا وہ تو اتنی نایاب کتاب بنے گی کہ جب ہم نہیں ہوں گے تو لوگ اسے لڑ لڑ کر تلاش کیا کریں گے۔ کیونکہ جب وہ مصنف ہوتا ہے نا تو نایاب پیش کرنے والا ہوتا ہے لوگ اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں ان چیزوں کی طرف کم۔ جب وہی تنہا رہ جاتی ہیں تو پھر احساس ہوتا ہے کہ ان میں کیا کیا ہے تو آپ اسے اس نظر سے پڑھیں اسے آپ اپنے سلسلے کی کتاب سمجھ کر نہ پڑھیں کسی مسافر کا سفرنامہ کر کے پڑھیں۔ جیسے روز اخباروں میں بے شمار تصویریں آپ برداشت کرتے ہیں اس میں بھی دو چار کر لیں۔

(غبار راہ جلد اول کے دوسرے ایڈیشن میں بھی رنگین تصاویر شائع کر دی گئی ہیں ○ ادارہ)

دعائے مغفرت

نائب خطیب عبد الرشید (پشاور) کے والد محترم اور شاہ مسعود (نوشہرہ) کے والد حبیب الرحمٰن کاکاخیل وفات پا گئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

داخلہ برائے حفظ قرآن کریم

دارالحفاظ، دارالعرفان منارہ میں داخلہ شروع ہے

شرائط داخلہ

۱۔	جسمانی حالت	مکمل طور پر صحت مند
۲۔	تعلیمی حالت	کم از کم پرائمری پاس
۳۔	عمر	۱۰ تا ۱۵ سال
۴۔	قابلیت	ناظرہ قرآن پاک پڑھا ہوا ہو
۵۔	مالی حالت	کھانے کے اخراجات برداشت کرنے کے قابل ہو

○ مستحق طلباء کو قابلیت کی بنیاد پر حضرت شیخ المکرم مدظلہ وظائف بھی دیں گے۔

○ رہائش بجلی وغیرہ کے اخراجات ادارہ کے ذمہ ہوں گے۔

○ تعداد محدود ہونے کی بنا پر داخلہ پہلے آیئے پہلے پایئے کی بنیاد پر ہو گا لہٰذا خواہش مند حضرات اس موقع سے فائدہ اٹھائیں۔

○ آخری تاریخ ۲۹ جمادی الثانی ۱۴۱۵ ہجری

○ مقررہ تاریخ گذرنے کے بعد داخلہ اگلے سال کی مقررہ تاریخوں میں ہو گا۔ انشاء اللہ

المشتہر ○ قاری عبدالخالق انچارج شعبہ حفظ دارالعرفان منارہ ضلع چکوال